اورتم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تُونے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

# دعوتِ اسلام

INTERNATIONAL

ماہنامہ

کراچی

ssue No.1 Vol.4, May. 2002.

Rs.15.00

## جشنِ آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## مرحبا مرحبا

دلچسپ سروے، خوفناک حقائق چشم کشا رپورٹس، لادین فتنوں کی سازشیں، اسلام دشمن قوتوں کا گٹھ جوڑ فکر انگیز تحریریں، شرعی مسائل اور حل، طبی مشورے اور بہت کچھ، جو آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کردے صرف ایک بار "دعوت اسلام" کا مطالعہ ضرور کیجیے۔

مدینہ نیوز ایجنسی فون نمبر 59248
صدیقی بک سٹال ریل بازار بورے والا

یااللہ عزوجل

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

# ماہنامہ دعوتِ اسلام کراچی

☆ جلد نمبر:1 ☆ شمارہ نمبر:4 ☆ مئی 2002ء

چیف ایڈیٹر:۔ ناصر علی جہانگیر
ایڈیٹر:۔ نشید اللہ قادری
خصوصی تحریر:۔ فقیہ العصر الحاج مولانا مفتی محمد امین مدظلہ العالی
جنرل منیجر:۔ محمد ندیم قادری
لے آؤٹ ڈیزائنر:۔ اختر حسین
کمپیوٹر ڈیزائننگ:۔ سید ساجد عالم
پبلشر:۔ ناصر علی جہانگیر
پرنٹر:۔ ہمدرد پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

## اس شمارے میں

☆ ....عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم 5
☆ ....درود پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے 26
☆ ....اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت 29
☆ ....اتحاد اہل سنت کی عملی و حقیقی صورت فکر رضا رحمتہ اللہ علیہ 34
☆ ....بری اور اچھی باتوں میں فرق! 36
☆ ....گناہوں کا بیان 44
☆ ....عورت........! 46

## ☆☆ ضروری معلومات وہدایات ☆☆

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ =/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بندر ہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کیلئے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

**بیرونی ممالک**: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ 7 دینا ہے، انگلینڈ و دیگر ممالک میں فی پرچہ ایک پونڈ سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کیلئے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

**نرخنامہ اشتہارات**:۔ آخری صفحہ ٹائٹل مکمل فی اشاعت 500 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت فور کلر 2500 روپے، عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات مضمون اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے | سالانہ چندہ 180 روپے

دفتر:۔ 35، چوتھی منزل رمضان چیمبرز بلموریا اسٹریٹ آف آئی آئی چندریگر روڈ کراچی موبائل نمبر:۔ 0320-4066861

# نورِ ہدایت

لوگو! بچو، اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جبکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔ فی الواقع اللہ عزوجل کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ عزوجل کے معاملے میں دھوکہ دینے پائے۔

اس گھڑی کا علم اللہ عزوجل کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے، اللہ عزوجل ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

(سورۂ لقمان.....آیات:33-34)

# نورِ نبوّت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ عزوجل کے حضور معافی اور بخشش کی التجا و استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ و استغفار کی بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور گناہگاروں میں وہ بہتر ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

# عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

## خلقت محمدی ﷺ

حافظ محمد زبیر حسین

ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے۔ جس کی آغوش میں نور مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ جب فرمان خداوندی:

وذکرھم بایام اللہ۔

آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرتی ہے۔ جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے۔ جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت، ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ﷺ ہے اور اس دار دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادت محمدی ﷺ ہے اور چالیس سال کی عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ﷺ ہے۔ اب اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آئیے اور سب سے پہلے خلقت محمدی ﷺ کا بیان قرآن اور حدیث کی روشنی میں۔

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کا مقتضایہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ۔ ''اور جب لیا اللہ (عزوجل) نے عہد نبیوں سے جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے

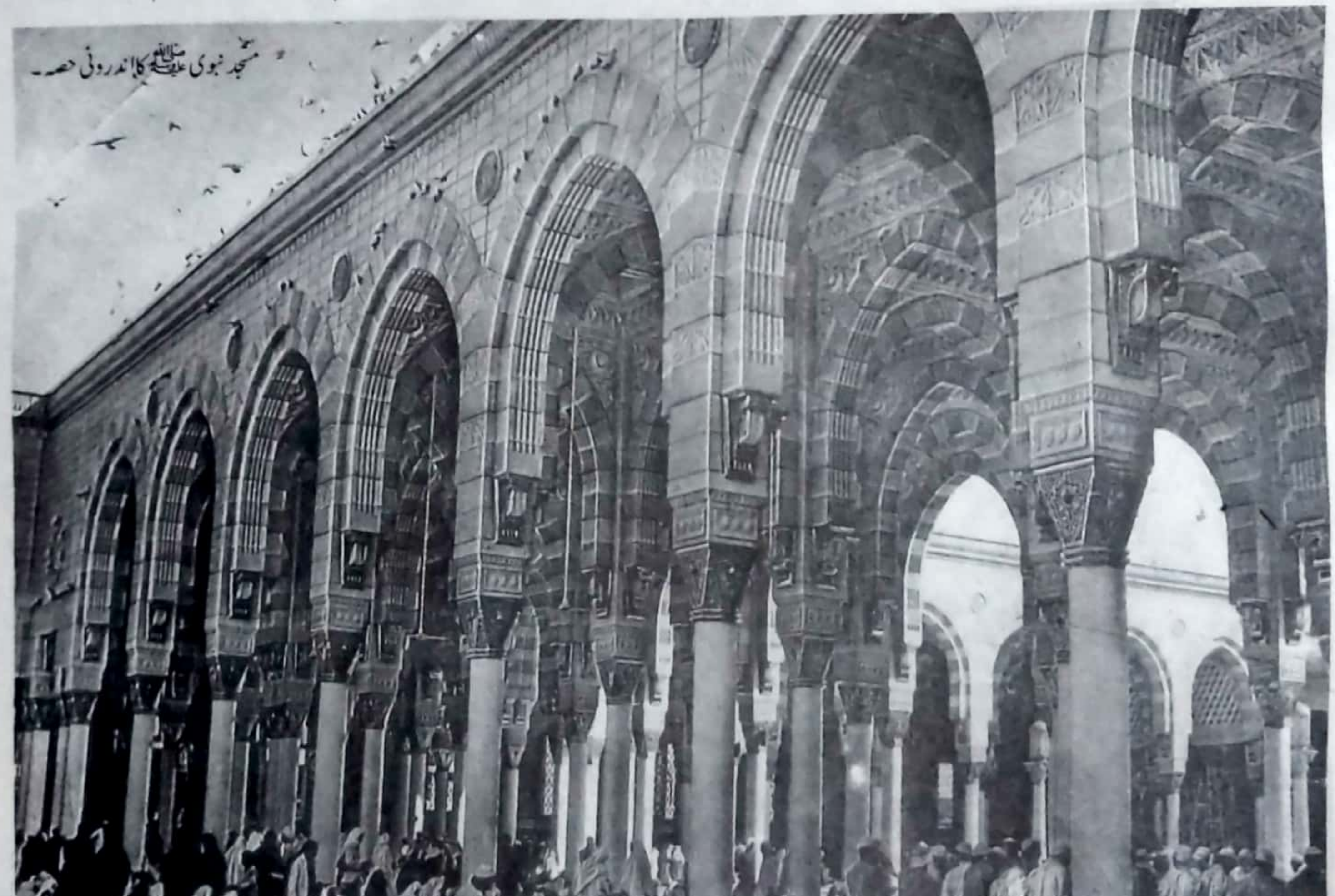

مسجد نبوی ﷺ کا اندرونی حصہ۔

پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی سرور مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو کوئی پھر جائے۔ اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

ترجمہ۔ ''اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں۔ (بے شک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔''

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ عزوجل کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار کیا۔ اس واقعے کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیہ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ نیز فرمایا:

ترجمہ۔ ''اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو بیٹا ہے مریم کا اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار۔''

اللہ عزوجل کے راستے کا مجاہد، حج و عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ عزوجل قبول فرماتے ہے اور جو مانگتے ہیں اللہ عزوجل عطا فرماتا ہے (الحدیث)

اس آیت کریمہ جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالی نے جہاں انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ عہد و اقرار کرایا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اسی وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس کا عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقت محمدی ﷺ تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات پائے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''سب رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ (عزوجل) نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے۔''

دوسری جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین ○

ترجمہ: ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔''

اس آیت میں العلمین اس طرح اپنے عموم پر ہے۔ جیسے الحمد للہ رب العالمین میں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلمین قرائن خارجیہ کی وجہ سے مخصوص ہے لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل خصوصی نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا بجہت رسالت سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔

لہذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے رسول ہوں گے۔ اسی کے لئے رحمت قرار پائیں گے۔ اب یہ معلوم کریجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لئے رسول بن کر تشریف لائے؟ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

ارسلت الی الخلق کافۃ

ترجمہ: ''میں ساری مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

جب وہ ساری مخلوق کے لئے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے۔ لہذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ للعلمین ہوں۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالمین کے لئے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لئے عام اور ماسوی اللہ کو محیط ہے۔

رہا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت نہیں۔ اس لئے کہ وہ عذاب الہی میں مبتلا ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب پر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے رحمت ہیں۔ اس بارے میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔'' مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالی رحمن و رحیم ہے اور اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

وسعت رحمتی کل شی

ترجمہ: ''میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔''

مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو کیا اللہ تعالی کے رحمن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ ''یا کل شئی'' کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نہیں یہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ

## مجھے در پہ پھر بلانا مدنی مدینے والے ﷺ

مجھے در پہ پھر بلانا مدنی مدینے والے ﷺ
مئے عشق بھی پلانا مدنی مدینے والے ﷺ

تری جب کہ دید ہوگی جبھی میری عید ہوگی
مرے خواب میں تم آنا مدنی مدینے والے ﷺ

مجھے سب ستا رہے ہیں مرا دل دکھا رہے ہیں
تمہیں حوصلہ بڑھانا مدنی مدینے والے ﷺ

یہ کرم بڑا کرم ہے ترے ہاتھ میں بھرم ہے
سرِ حشر بخشوانا مدنی مدینے والے ﷺ

شہا! ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں ﷺ
تری سنتیں سکھانا مدنی مدینے والے ﷺ

تری سنتوں پہ چل کر مری روح جب نکل کر
چلے تم گلے لگانا مدنی مدینے والے ﷺ

مرے والدین محشر میں گو بھول جائیں سرور ﷺ
مجھے تم نہ بھول جانا مدنی مدینے والے ﷺ

مری عادتیں ہوں بہتر بنوں سنتوں کا پیکر
مجھے متقی بنانا مدنی مدینے والے ﷺ

ہیں مبلغ آقا ﷺ جتنے کرو دور ان سے فتنے
بری موت سے بچانا مدنی مدینے والے ﷺ

مرے غوث رضی اللہ عنہ کا وسیلہ رہے شاد سب قبیلہ
انہیں خلد میں بسانا مدنی مدینے والے ﷺ

مری آنے والی نسلیں ترے عشق ہی میں مچلیں
انہیں نیک تم بنانا مدنی مدینے والے ﷺ

ترے غم میں کاش عطار رہے ہر گھڑی گرفتار
غم مال سے بچانا مدنی مدینے والے ﷺ

محمد الیاس قادری مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے۔ بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔ معلوم ہوا کہ کسی کا رحمت سے فائدہ رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثنا، تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور عالم ماسوئی اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لئے رحمت ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبہ ایجاد ہیں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی فرد ممکن وجود نہیں ہوسکتا۔ وجود ہے اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمت وجود میں حضور ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لئے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہوتی ہے۔ وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے حضور ﷺ کا وجود ہونا ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور اکرم ﷺ کا عالمین سے پہلے موجود مخلوق ہونا ضروری ہے کیوں کہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور ﷺ کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صاحب تفسیر عراس البیان جلد 2 صفحہ 52 صاحب تفسیر روح المعانی نے صفحہ 96 پ 17 اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو یہاں فرمایا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فروغ سے پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے ذات پاک محمدیہ ﷺ کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہوگیا کہ خلقت محمدی ﷺ تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ آیت کریمہ:

وانا اول المسلمین

ترجمہ:۔ ''یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔''

صاحب عراس البیان فرماتے ہیں:

اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی تمام ماسوئی اللہ پر مقدم ہے۔''

(عراس البنیان جلد 1 صفحہ 238)

مہر نبوی ﷺ جو اہم خطوط، مراسلات اور فرمانوں پر ثبت کی جاتی تھی۔

ظاہر ہے کہ اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ:۔ ''پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہوسکتے ہیں۔ جب کہ حضور ﷺ سب سے پہلے ہوں۔''

لہٰذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس آیت کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمائیے:

**حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:**

حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ''اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتہ تھا، نہ آسماں، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے سے آسمان بنائے اور دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا۔ جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔''

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

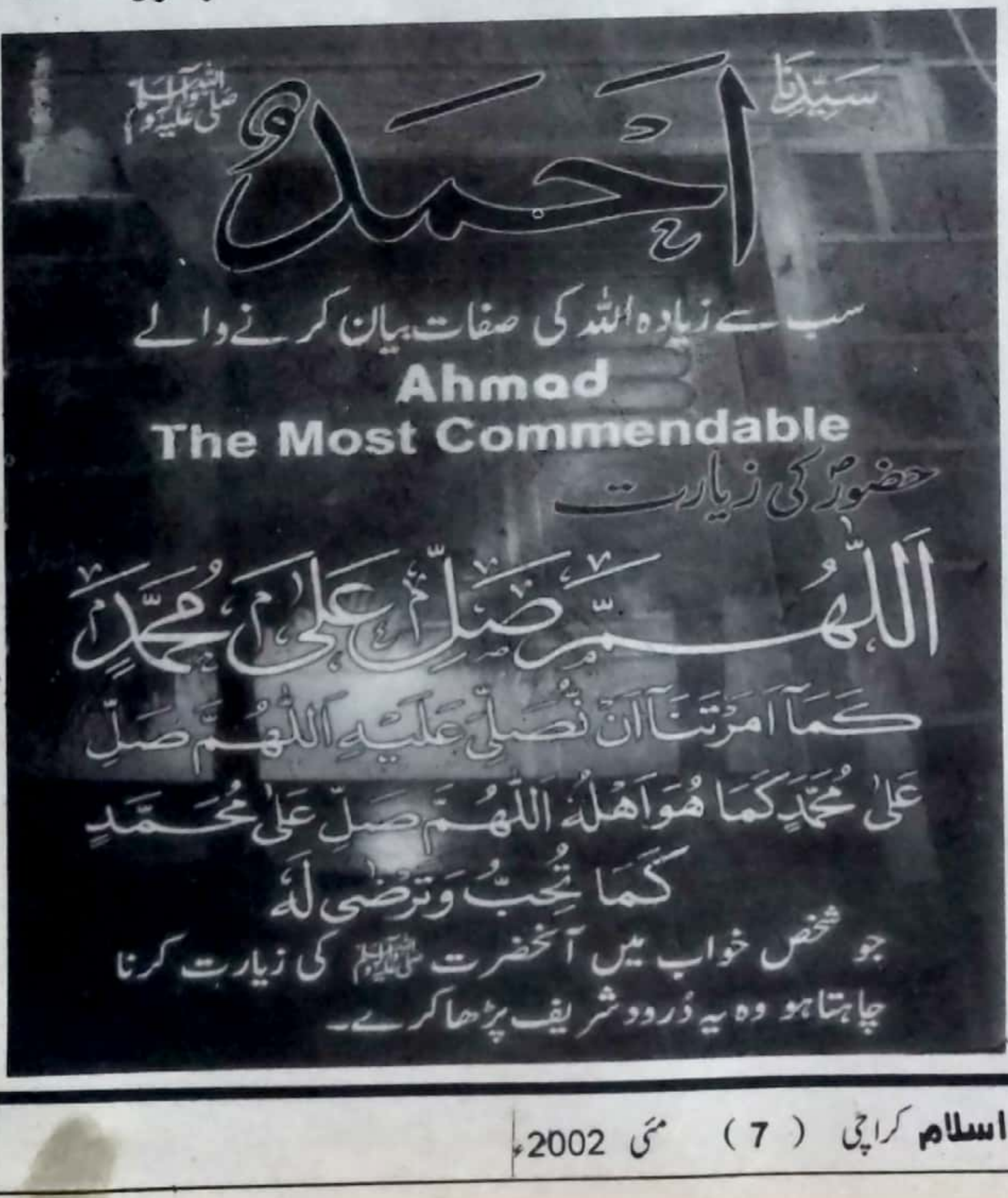

(مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 9، سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 30، زرقانی جلد اول صفحہ نمبر 46)

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام زرقانی اور امام ابن حجر مکی اور علامہ فارسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ، مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں۔ امام احمد بن حنبل جیسے اکابر ائمہ دین کے استاد ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

صفحہ 311 جلد 6 امام احمد بن صالح مصری کہتے ہیں:

''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا؟'' انہوں نے فرمایا ''نہیں۔'' امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔''

اس حدیث کا امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فارسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

## یعنی عقائد میں اہل سنت کے امام سیدنا ابوالحسن:

اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔''

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ''دور حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 2) پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اس کی تصحیح فرمانا۔ اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح

ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث ثانی نوع متین من آفات اللسان فی مسلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق الحدیث الصحیح وزمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں مددہ رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نور کی اضافت بیانیہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے۔ (زرقانی جلد اول صفحہ 46) حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کا مادہ ہے۔ یا نعوذ باللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ عزوجل کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔

تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اس سے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی۔ بغیر اس کے کہ ذات خداوندی نور محمدی ﷺ کا مادہ یا حصہ

یہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کی شان مسلمان کو کیسے کیسے طریقے سے دکھاتا ہے گزشتہ دنوں پھلوں کے بادشاہ آم پر اسم محمد واضح طور پر ابھر کر سامنے آگیا جو کہ سرکار علیہ صلوٰۃ وسلام سے محبت کرنے والوں کے لیے ضرب اسلام نے خصوصی طور پر پیش کیا

اور جزو قرار پائے یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے۔ جیسا قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور

سے ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ محمدی ﷺ نور ذات احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی ﷺ کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد اس شبے کو بھی دور کرتے جائیے کہ جب ساری مخلوق کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک، خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اور جواہر اقسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہے۔ اور کسی اچھی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا۔ نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لئے قباحت یا نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم در وائح، کھٹا میٹھا مزا، اچھی بری

تو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیوں کہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں جا سکتا ہے۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج

ایک رات دن کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے۔ (حدیث)

اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر انہیں قبیح، ناپاک اور برا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اس طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہوسکتیں تو انوار محمدی ﷺ کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیوں کر متاثر ہوسکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور حق میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اس کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلہ اناج، پھول اور پھل سبزیوں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اور وہی اجزائے غلیظہ غلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں۔ جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے ہیں اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات آتے ہیں۔ جو محض امور اعتباریہ ہیں۔ حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لئے کل مخلوق کا نور محمدی ﷺ سے موجد ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

**تقسیم نور:**

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی ﷺ تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع در شعاع بڑھاتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس

سرکاری دوعالم نور مجسم جان کائنات حضرت محمد ﷺ کی وہ مقدس تلوار کہ جو ہمیشہ کفر و شرک کے خلاف [illegible] بے نیام رہی اور جب تک شمع رسالت ﷺ کے پروانوں نے اپنے آقا علیہ صلوٰۃ السلام کی جہاد کی سنت مبارکہ پر عمل کیا دنیا کی بڑی طاقتیں مسلمانوں کے سامنے سرنگوں رہی مگر جیسے ہی اس سنت اعظم کو مسلمانوں نے چھوڑ کر طاؤس و رباب کو اپنایا دنیا بھر کی ذلت ان کا مقدر بن گئی آج تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرانے کیلئے بے تاب ہے۔

مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا۔ دیکھئے (زرقانی علی المواہب جلد اول صفحہ 46) رہا یہ شبہ کہ نور محمدی ﷺ سے روح محمد ﷺ مراد ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں نور نبیک من نورہ وارد ہے۔ جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے اللہ تعالیٰ مراد ہے۔ اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ لہٰذا ذات محمدی ﷺ کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ کہنا صرف روح پاک نور ہے۔ جسم اقدس نور نہیں بنجری پر مبنی ہے۔ جسم اور اس کی لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ عزوجل ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی ﷺ کی خلقت کا بیان ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ ﷺ کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا اور نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر وہ غالب ہو جاتا تھا۔" یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ ہے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں۔ نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں۔ جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزا نہیں۔ نہ روح کا کل ہیں۔ کیونکہ ایک بدن میں ایک روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہۃ باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی۔ بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں۔ جو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (حدیث)

نور ذات محمدی ﷺ کی شعاعیں تھیں۔

ارواح نبی آدم کا ان آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرارِ حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے۔ اور چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 20) پر معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

**ایک شبہ کا ضروری ازالہ:**

شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ ہے۔ جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نور محمدی ﷺ اپنی عزت وکرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے۔ جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

**تطبیق:**

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا تھا۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھی۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے۔ دونوں تطبیق یہ ہے کہ جب نور مبارک پشت آدم علیہ السلام ہی میں تھا لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمد للہ عزوجل ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔

صاحب روح المعانی حضور ﷺ کے اول خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے۔'' چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے ''سب سے پہلے وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ اے جابر۔''

(تفسیر روح المعانی صفحہ 96)

اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب (نشر الطیب صفحہ 6) پر تفصیل سے لکھا ہے۔

**حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ:**

امام احمد بیہقی و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کیا۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی حدیث بہ روایت شرح السنہ مذکورہ ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 4)

**ایک شبہ کا ازالہ:**

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی یہ معنی دنیا میں مستحق ہو سکتے ہیں۔ عالم ارواح میں ان کا معنی ثابت ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یہ کہنا پڑے گا۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نہیں ہیں۔ اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ کیوں کہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونا اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا یعنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے۔ اگر چہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو اس احادیث کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصب جلیل پہلے ہی ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔ اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لئے اس وقت ظہور لازم نہیں۔ اسی لئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی

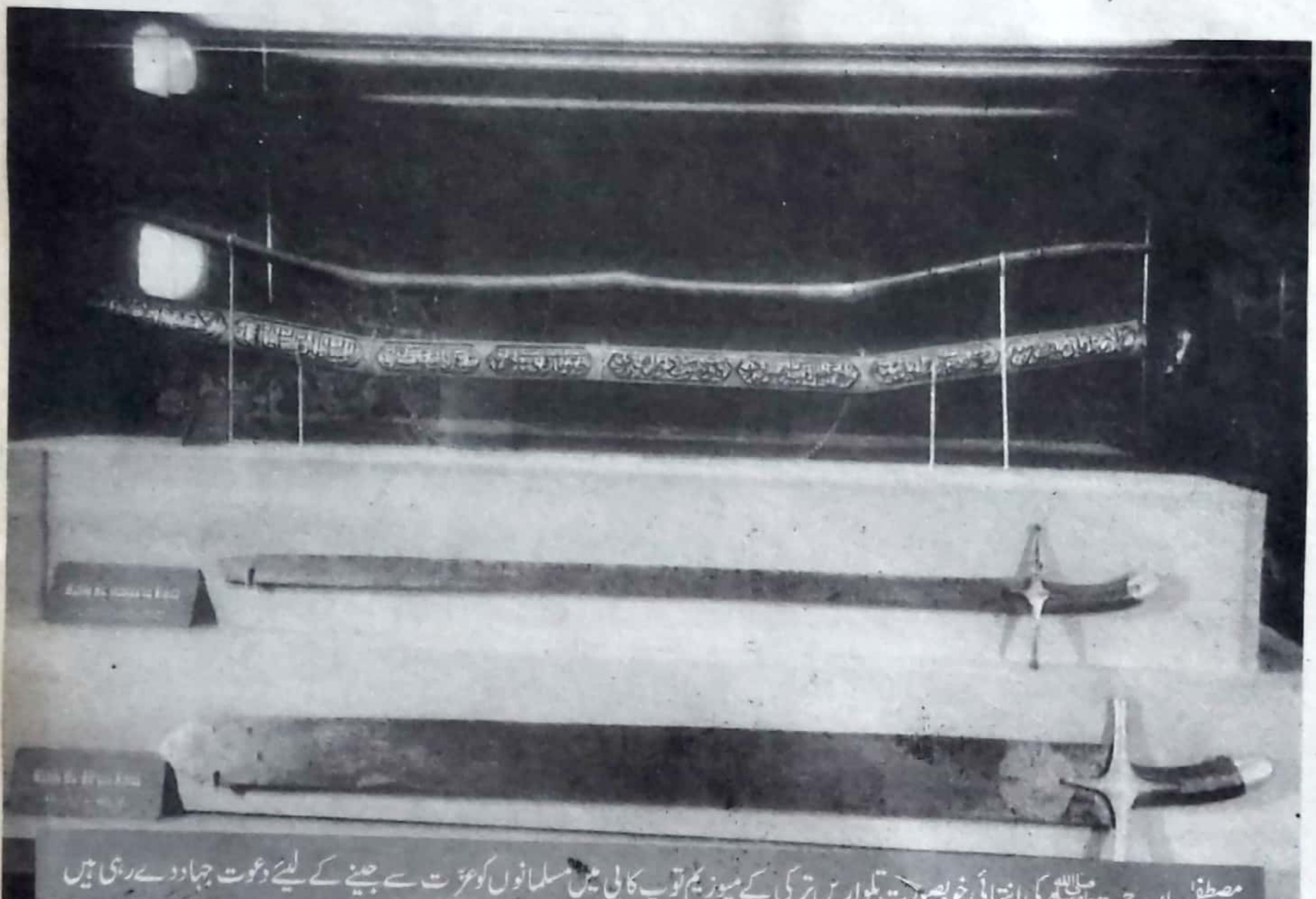

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی انتہائی خوبصورت تلواریں ترکی کے میوزیم توپ کاپی میں مسلمانوں کو عزت سے جینے کے لیے دعوت جہاد دے رہی ہیں

ہوا۔

**حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ترجمہ: ''آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔ اور علامہ ابوعیسٰی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ابونعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔

(مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 6)

**حدیث امام زین العابدین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام:**

حضرت امام زین العابدین اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔''

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 29)

**ازالہ شبہ:**

اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا ذکر ہے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار برس کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

**حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: آپ کی عمر کتنے سال ہے؟

عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اے جبرائیل! میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔''

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 29، روح المعانی جلد 3 صفحہ 543)

آیات واحادیث کی روشنی میں بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت مبارک کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آ گیا اور اس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ولادت محمدی ﷺ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

**ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:**

بیان سابق میں یہ بات آ چکی ہے کہ حضور ﷺ کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا۔ جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ نور مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابونعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا۔ جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے

ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد 1)

مشکوۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ سرکار ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔ (الخ)

دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المومنین رسول ﷺ سے نقل کرتی ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا۔ میں نے حضرت محمد ﷺ جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا اور نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 26)

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن مرویا سے اور وہ ابوسعید بن عمرو انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ ایک جوان ہوگئے۔ تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے۔ وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدین ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا، اس واقعے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس نوجوان کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قبیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکم مبارک میں جلوہ گر ہوئے۔

جناب عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبیر کی طرف جاتے اور ان کے ذریعے سے تقریب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالی ان کی دعاؤں کو نور محمدی ﷺ کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 15)

ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہوگئی تھی اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی۔ اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 19)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات الی آدم وحوا علیہما السلام کے زنا وفحاشی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے۔ البتہ ہر فرد کے مومن ہونے میں اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضرورت ایمان سے قرار دیا اور اہل سنت نے ان کو ظنی اور مجتہد چنہ مانا اسی وجہ سے اس مسئلے میں علماء کے اقوال مختلف ہوگئے لیکن متاخرین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کل آباء وامہات مومن وموحد ہیں اور کسی کا کفر وشرک قطعاً ثابت نہیں اب محققین متاخرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اور جن روایات میں ''ان ابی اوباک فی النار'' آیا ہے۔ وہاں بھی لفظ اب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لئے حضور ﷺ کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ

جس کے دونوں قدم اللہ عزوجل کے راستے میں گرد آلود ہوں گے اس پر اللہ عزوجل دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ (حدیث)

غیر نبی اور غیر رسول کے لئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایام فترۃ میں تھے۔ اس لئے ان کی نجات کے لئے اعتقاد توحید کافی تھا۔ کسی شریعت و احکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا۔ جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان بھی اس لئے نہ تھا کہ معاذ اللہ وہ کفر پر مرے تھے بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی بابت۔

یعنی موت حضور ﷺ کی نبوت اور اسلام ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے لیکن اخیر میں رجوع کر لیا۔ اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ (حاشیہ نیز حاشیہ نمبر 5 صفحہ 526) پر ہے۔

ونقل توبۃ عن ذالک فی النقوز المستحسن

**فائدہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا۔ اہل علم پر مخفی نہیں اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا ایسی بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلے کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شنیع سے تائب ہوئے کا فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے۔ ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسن ظن رکھنا چاہئے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرمادی ہوگی۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے۔ جو اس مسئلے کو قطعی قرار دے کر اسے ضرورت دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی تلوار مبارکہ کو خوبصورت یاقوت اور ہیروں کے بنے ہوئے دستوں سے مزین کیا گیا ہے

کہ ان کے عنوان کلام کالت الشیعۃ اور اس کے بعد قال اصحابت سے واضح ہے۔ یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہل سنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ کو ایذا پہنچائی ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل شیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہوا اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔

(مواہب اللدنیہ، جلد اول صفحہ 15)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کے لئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت وہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ ازراہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔

(مواہب اللدنیہ جلد 1 تاریخ حبیب الٰہ)

ابرہہ نے لشکر دینے کے لئے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے

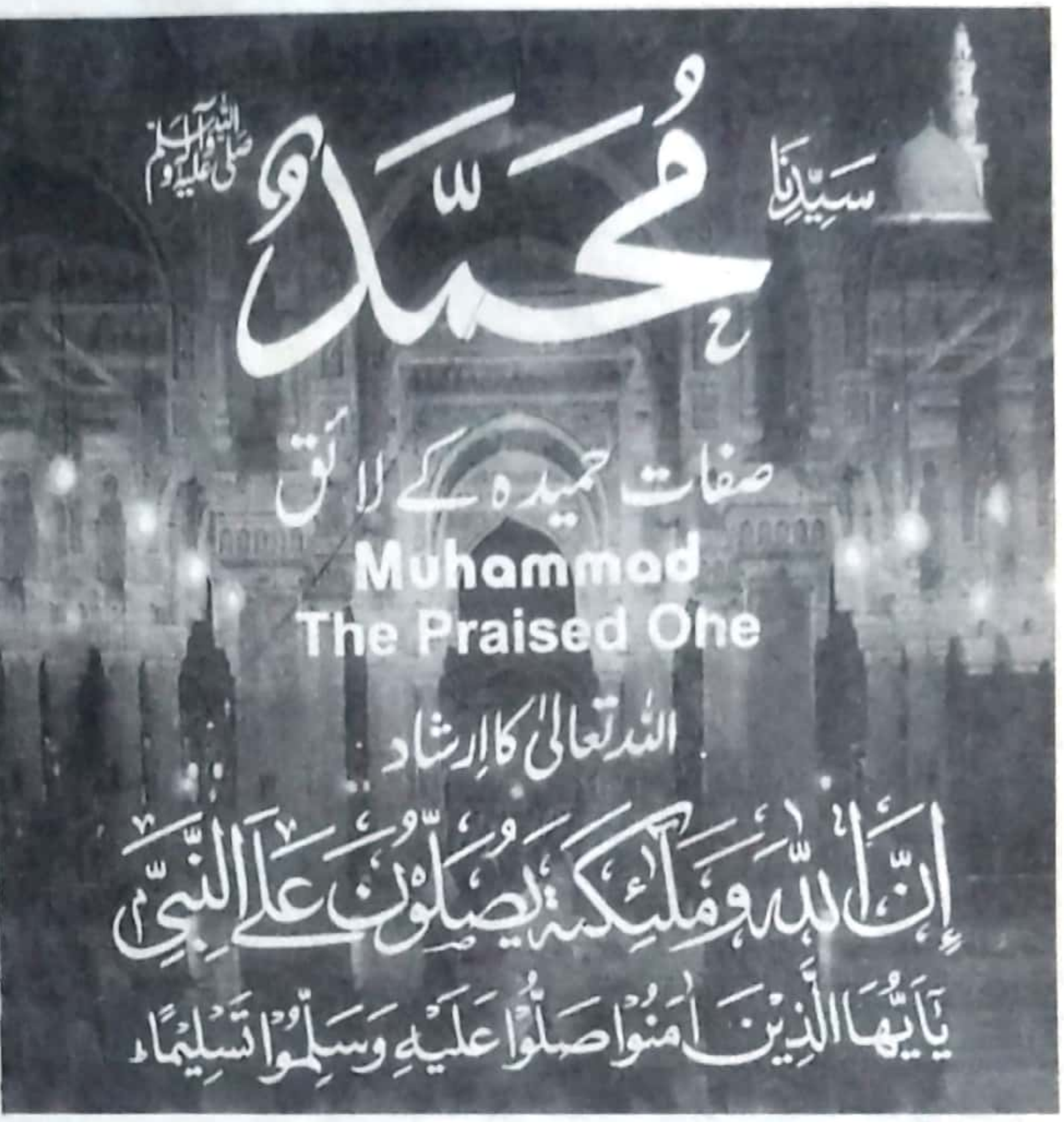


چہرے کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں۔ (مواہب اللدنیہ، جلد اول صفحہ 15)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا۔ باقی سب ہاتھ سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کرلیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہونے کے بھی) ابرہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے سائیس کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھ کو حاضر کرے جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرے پر نظر کی تو اس کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی، ہاتھی نے کہا،

''سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے۔ اے عبدالمطلب۔'' (مواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 16/15 انسان العیون جلد 1 صفحہ 57)

عبدالمطلب کی مدد اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی:

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحب زادے حارث تھے۔ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی قربانی دوں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زم زم کھودنے میں مصروف ہوگئے اور یہ کام ان کے لئے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حارث، زبیر، حجل، فرار، حقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابو طالب، عبداللہ۔

اب بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات جناب عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے۔ خواب میں دیکھا ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی۔ وہ پوری کیجئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک بے قرار دلوں کیلئے چین کا باعث ہے (ضرب اسلام فوٹو سروس

عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبراتے ہوئے اٹھے۔ اور حکم دیا فوراً ایک مینڈھا ذبح کرکے فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر اگلی رات سوئے تو خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے'' اس سے بڑی چیز قربان کیجئے'' بیدار ہو کر اونٹ قربان کر دیا اور مساکین کو کھلا دیا پھر اگلی رات سوئے تو ندا آئی اس سے بھی بڑی چیز قربان کیجئے۔ فرمایا اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ ندا دینے والے نے کہا'' اپنے ایک بیٹے کی قربانی دیجئے۔ جس کی آپ نے نذر مانی تھی۔'' آپ یہ سن کر غمگین ہوئے اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفا نذر کی طرف دعوت دی۔ سب نے کہا'' ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم سے جس کو چاہیں ذبح کردیں۔'' آپ نے فرمایا قرعہ اندازی کرلو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا جو جناب عبدالمطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا۔ چھری لی اور ذبح کرنے کے لئے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو سادات قریش سب جمع ہو کر آگئے۔ اور عبدالمطلب سے کہنے لگے ''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا'' میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں۔'' سرداران قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر کرکے سبکدوش ہو جائیں اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لئے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سرداران قریش نے مشورہ کرکے جناب عبدالمطلب سے کہا۔ چلئے فلاں کاہنہ کے پاس جس کا نام قطبہ ہے (بعض نے اس کاہنہ کا نام سجاح بھی بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے۔ جس میں آپ کے لئے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا'' تم میں خون بہا کتنا ہوگا۔ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے بتایا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں۔ اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ نکل آئے تو اونٹوں کو حضرت عبداللہ

گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر پہرہ دینے والا جب صبح کرتا ہے تو جنت اس پر واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (حدیث)

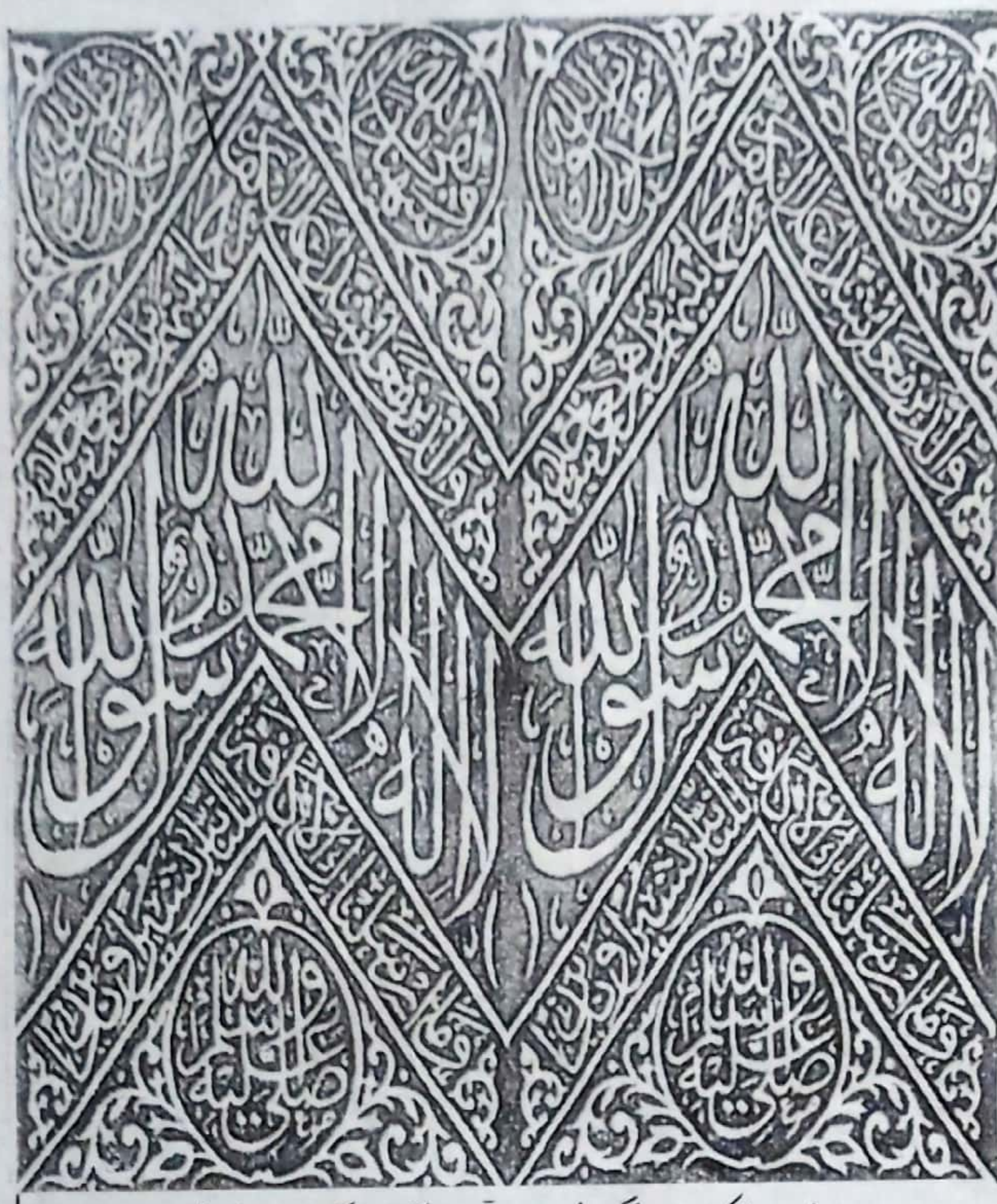


روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاف کا نمونہ

کی بجائے ذبح کریں۔ وہ قربانی گویا عبداللہ کی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کے نام قرعہ نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں بلکہ جناب عبداللہ (حضور ﷺ کے والد ماجد) کی قربانی قرار پائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب

(انتہی، مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 16 17۔)

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس وقت مانی تھی۔ جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا اور اس سلسلے میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔

(مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 17)

## نسب شریف:

مشکوۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ حضرت عبداللہ کا بیٹا اور حضرت عبدالمطلب کا پوتا، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بلایا یعنی انسان بنایا انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم۔ مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں کیا۔ یعنی بن ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک شفاح یعنی جاہلیت کا کوئی مورث مجھ کو نہیں پہنچا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں بے احتیاطی ہوا کرتی تھی۔ میرے آباء و امہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں کوئی اس کا میل نہیں ہے۔ روایت کیا۔ اس کو طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں (مواہب اللدینہ)

سرکار دو عالم ﷺ کا جبہ مبارک لاہور کی بادشاہی مسجد میں اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہوا ہے۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی داخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو۔ وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی۔ یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اسلاف طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ وعلیٰ ہذا میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدینہ)

دلائل ابو نعیم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح عبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں (مواہب اللدینہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہو۔

اخا تھا     گردیدہ     ام

دھوپ کی بجائے شجرِ اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔

مہرتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

**نسب نامہ:**

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوحی بن غالب بن خیر بن مالک بن نفر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مغر بن نزار بن معد بن عدنان (فائدہ) ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے کیوں کہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ کذب النسابون'' اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

**زمانہ مطفولیت:**

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔
(مواہب اللدینہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو اپنے دودھ کے ساتھ ہی سب سے اول جو کام فرمایا وہ یہ تھا۔

"اللہ اکبر کبیر او الحمدللہ کثیر او سبحان اللہ بکرۃ و اصیلاط"

# کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ ﷺ تم کروڑوں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو حفظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

جان جہان مسیح داد کہ دل ہے جریح
نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

اف یہ رہ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ
اے میرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود

تم سے کھلا باب خود تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ
آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز
ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس
بس یہی ہے آسرا تم پہ کروڑوں درود

طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش
آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص
بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود عرض
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود

آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط
المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود

بے ادب و بدلحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ
عفو پہ بھولا رہا تو پہ کروڑوں درود

لو تہ دامن کی شمع جھونکوں میں روز جمع
آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود

سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ
طیبہ سے آ کر صبا تم پہ کروڑوں درود

گیسوو قد لام الف کر دو بلا منصرف
لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

تم نے برنگ فلک جیب جہاں کر کے شق
نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود

نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک
تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروڑوں درود

خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل
خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے ماہ تمام جملہ رسل کے امام
نوشہ ملک خدا تم پہ کروڑوں درود

برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن
ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود

اپنے خطا داروں کو اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ عطا تم پہ کروڑوں درود

کر کے تمہاری گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

جب آپ ذرا سمجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے۔ (مواہب اللدینہ)

ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا، اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے، وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلنے لگتے، وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (مواہب اللدینہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک دراز گوش پر سوار تھی۔ جو غائت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے۔ ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی، اور یہ سنتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں، قبول نہ کرتی (کیوں کہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی۔ حضرت حلیمہ کو ادھر دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا)۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں خالی جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لاتی

ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ غرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی۔ اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر دودھ پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا غرض اس نے دودھ غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری۔ اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا، اے حلیمہ تو بڑے برکت والے بچے کو لائی، میں نے کہا، ہاں مجھے بھی یہی امید ہے پھر مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ، ذرا آہستہ چلو یہ تو وہی ہے، جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا ہاں وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں "بے شک اس میں کوئی بات ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا لیکن میری بکریاں دودھ سے بھری آئیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیوں کہ چراگاہ میں رکھا گیا تھا، وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال ہو گئے۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشو ونما اور بچوں سے زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی۔ پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور لائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا کہ آپ ﷺ اور رہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ جانے کے بجائے سے پھر اپنے گھر لے آئے سو چند مہینے بعد ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا، مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ لیا، لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہیں لیکن رنگ متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا؟ فرمایا "دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ڈیرے پر لائے۔ تب شوہر نے حلیمہ سے کہا اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو، ان کے گھر پہنچا دے۔ میں آپ ﷺ کی والدہ کے پاس میں اپنی خدمت کر چکی۔ خدا جانے کیا اتفاق ہوتا۔ اسی لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، سچ بتلا۔ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا، کہنے لگیں تجھ کو شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے۔ اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔ (سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جزامہ کے بھائی اور یہ جزامہ شیما کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ سب اولاد ہیں۔ حارث بن عبدالعزیٰ کے جو شوہر ہیں۔ حلیمہ کے (فی زاد المعاد) بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامہ اور زاد المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس کے بارے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو اور ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھارتی نکلا پھر اس طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ کیا پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہ وزنی نکلیں گے۔

(سیرت ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ ﷺ کو بشارت سنائی کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان میں غار حرا میں چوتھی بار معراج شب میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (شمامہ، تغیر یسیر)

سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی جائے پیدائش مبارک

**ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینہ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے:**

صحیح مسلم جلد اول صفحہ 92 پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے ساتھ آئے۔ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر لٹا کر سینہ اقدس چاک کیا، قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زم زم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس میں رکھ کر سینہ مبارک بند کر دیا۔ وہ بچے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھیل رہے تھے، آپ ﷺ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے ''ان محمد اقد قتل'' (محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے) تو لوگ دوڑے ہوئے آئے تو محمد ﷺ کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، مثالی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں بلکہ یہ ''شق'' اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے کیوں کہ سینہ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اسے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متغیر ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدر مبارک بچپن میں ہوا یا جوانی میں۔ قبل بعثت ہوا یا بوقت معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے کیوں کہ انسان کا دل روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آ جانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے گویا اس واقعے میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اسی طرح وہ روح مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔ یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ فضیلت شق صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

کان فیہ الطست التی یغسل فیھا قلوب الانبیاء

(فتح الملہم جلد اول صفحہ 100)

یعنی تابوت میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔ چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیات حقیقی عطا کی گئی۔ لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔ تا کہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پہ دلیل قائم کی گئی۔ اور اس طرح بلا تخصیص وتقید مطلقاً حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

**قلب مبارک کا دھویا جانا:**

قلب اطہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی الائش کی وجہ سے نہ تھا کیوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین الطاہرین ہیں۔ ایسے طیب وطاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلب اقدس کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں بلکہ قلب اطہر کے ساتھ جاء زم زم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

**شق صدر کی حکمتیں:**

شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

**حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل:**

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پہ دلیل قائم ہوگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبضہ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں کیوں کہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے؟

**قلب مبارک میں آنکھیں اور کان:**

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زم زم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے۔

جو شخص مجھ پر دن میں ہزار بار درود پڑھے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔ (الحدیث)

قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان تسمعان

ترجمہ:۔ ''قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔'' (فتح الباری جلد 13 صفحہ 410)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وار ءالوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی اری مالا ترون و اسمع مالا تسمعون

ترجمہ:۔ ''میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔''

**دائمی ادراک:**

جب اللہ تعالیٰ نے بطور فرق عادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیانا ہے۔ دائمی نہیں قطعاً باطل ہوگیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیوں کر عارضی اور احیانا ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

**شق صدر مبارک اور حضور ﷺ کا نور ہونا:**

علامہ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور ﷺ کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وکرنہ مخلوقا من النور لاینا فیہ کما توھم

(نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد 2 صفحہ 238)

**نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور:**

اقول! باللہ التوفیق جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو اس کا بشر ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا، شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے۔

اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے؛

فلم یکن الشق بالۃ ولم یسل الدم

ترجمہ:۔ ''شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا، وہ نہ اس شگاف سے خون بہا۔'' (روح البیان جلد 5 صفحہ 106)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ دے اور بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا۔ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔ (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں اصوگل بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

**شب معراج شق صدر مبارک:**

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اوپر نیچے تک چاک کیا۔ اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہا کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا۔

**خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ؟**

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا کیوں کہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیت میں سے ہے لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور اس کا نکال دینا یہ ایک امر آخر ہے۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدن

انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کے لئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ اب اشیائے زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہر و تطیف کا مقتضی ہے۔ اشرح شفا لملا علی قاری جلد 1 صفحہ 374) اقول و باللہ التوفیق۔

چونکہ ذات مقدسہ میں خط شیطانی باقی ہی نہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ولکن اسلم فلایا مرنی الابخیر

ترجمہ:۔ ''میرا ہمزاد مسلمان ہوگیا۔ لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔''

میمن مسجد میں عالمی میلاد النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر انتہائی روح پرور منظر

علامہ شہاب الدین نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے لئے، جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اس سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اس طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کے لئے ایسا ہے جیسے چھوہارے کے لئے گٹھلی اگر ابتداء اس میں گٹھلی نہ ہو وہ پختہ نہیں ہوسکتا لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ چھوہارے کے گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی دل میں خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اگر اس طرح یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا۔ انگور کے دانے میں بیج یا کھجور کے دانے میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے اس کا بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور کی گٹھلی اور بیج کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا گیا۔ (نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض صفحہ 239) رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کہا کہ:

هذه خظلک من الشیطان

تو اس کا جواب یہ ہے، اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک میں شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے۔ بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہوسکتی ہے تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا جب اس کو آپ ﷺ کے **قلب مبارک** سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔

الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہوسکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں۔ کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔ عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے تعلق ہونے سے پیدا ہوسکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرما دیا اور یہ بمثل رسول اللہ ﷺ کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے تھے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ ﷺ کی طبیعت میں تھا اور لڑکپن میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرور میں اٹھ کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ ﷺ کی ستر برہنہ نہ ہوتی اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے (تواریخ حبیب اللہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا کیوں کہ بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف بھی نہیں سمجھا جاتا۔ دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا۔ اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھ لو۔ میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرخطہ سے روایت کیا ہے کہ میں معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب، چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ

قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ آثار وضو سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری ومسلم)

# الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

ایک لڑکا۔ اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہوا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ ﷺ تھے) جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے۔ ابو طالب نے ان صاحب زادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی۔ اور صاحب زادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا (مواہب اللدنیہ) اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی صغرسنی میں ہوا۔ (التواریخ حبیب اللہ)

ایک مرتبہ آپ ﷺ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے۔ راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سردار سب عالموں کے ہیں۔ اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ پھر آئے۔ (تواریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامتہ)

گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ آپ جن کی تربیت میں رہے:

آپ ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل میں گزارے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ''شام'' کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔

(تواریخ حبیب اللہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں۔ مکہ کو واپس آتے ہوئے۔ درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرت ابن ہشام)

اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللدینہ)

پھر آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے۔ عبدالمطلب کی بھی وفات ہوگئی۔ (سیرت ابن ہشام)

اور انہوں نے ابو طالب کو آپ ﷺ کی پرورش سونپ دی تھی چنانچہ پھر آپ ﷺ ان کی کفالت میں رہے۔

(سیرت ابن ہشام)

یہاں تک کہ انہوں نے بنوۃ کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔

(تواریخ حبیب اللہ)

پھر چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور آپ ﷺ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا ''مسروح'' بھی دودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی ''حلیمہ سعدیہ'' نے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان ابن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا۔ یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانے میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ سو اس عورت نے بھی آپ ﷺ کو ایک دن دودھ پلا دیا۔ جب حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضائی بھائی ہیں۔ ایک ثوبیہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ ﷺ رہے۔ وہ یہ ہیں۔ آپ ﷺ کی والدہ ثوبیہ اور حلیمہ سعدیہ۔ شیماء آپ ﷺ کی رضائی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے والد سے میراث میں ملی تھیں۔

بعد میں آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا۔ جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زاد المعاد)

## شباب سے نبوت تک کے بعض حالات:

جب آپ ﷺ چودہ یا پندرہ برس کے ہوئے اور یا بیس

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مستحکم دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور اتارا۔ (البیان)

سال کے ہوئے تو قریش اور قیس میں ایلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعے میں بعض تواریخ میں آپ ﷺ بھی تشریف فرما

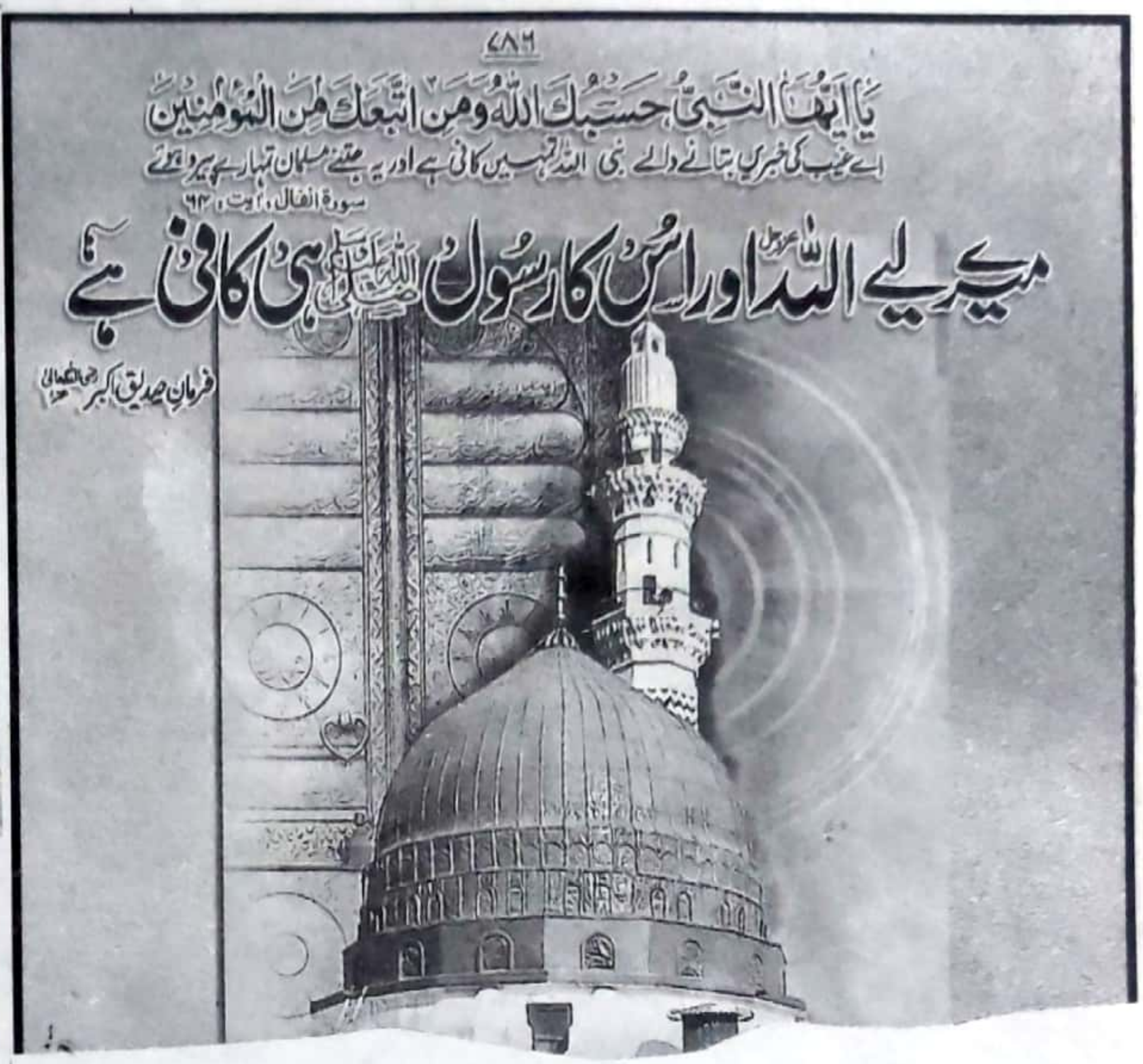


رہے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعے کا بڑا حصہ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس واقعے سے آپ ﷺ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ ﷺ سے درخواست کی میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں شخص ہیں۔ راہب نے کہا "اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کون نہیں اترا۔" آپ ﷺ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کے مال کا دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ ﷺ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔

حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو انؓ کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا، ورقہ نے کہا "اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقلہ تھیں یہ سب سن کر آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ ﷺ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین وخوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہوگیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

راہب کا نام نسطور تھا۔ (تواریخ حبیب اللہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سرنو شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع پر تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو۔ آخر اہل الرائے نے مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلے پر سب عمل کرو لہٰذا سب سے پہلے حضور سید نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے سب دیکھ کر کہنے لگے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امین ہیں اور قریش آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔"

(سیرت ابن ہشام)

اس فیصلے سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (تواریخ حبیب اللہ بتغیر الفاظ)

## بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول وحی:

جب آپ چالیس برس کے ہوئے آپ ﷺ کو خلوت محبوب ہوگئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام سورۃ اقراء کی شروع کی آیتیں آپ پر لائے۔ اور آپ ﷺ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصے کے بعد سورۃ مدثر کی اول آیتیں نازل ہوئیں۔ تو آپ ﷺ نے حسب حکم دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ۔ پھر آیت آئی۔

### فاصدع بما تومر

آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ جس پر کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابو طالب آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ یا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں

گے۔ انہوں نے حوالے کو نہ قبول کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت جارہے اور

اے ایمان والو! اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول ﷺ اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کردے گی۔ (البیان)

کفار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و مطلب سے برادری قطع کردی اور سوداگروں کو منع کردیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بچیں۔ اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ ﷺ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر کار آپ ﷺ کو وحی الٰہی کے ذریعے اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کا کاغذ کو بالکل کھالیا۔ سوائے اللہ عزوجل کے نام کے جو اس میں کہیں تھا۔ ایک حروف نہیں چھوڑا آپ ﷺ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد ﷺ کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کردیں گے اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے۔ اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ ﷺ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔

(تواریخ حبیب اللہ وغیرہ)

اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا۔ اور غزہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھیا ور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کی وفات ہو گئی۔

(شمامہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ شریف آ کر نو سال کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں۔ آپ ﷺ کا نکاح مکہ میں ہوا اور حضور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔
(تواریخ حبیب اللہ)

اس سال دہم میں آپ ﷺ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لئے اور نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد ضرور لیں (کیوں کہ بعد وفات ابو طالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔

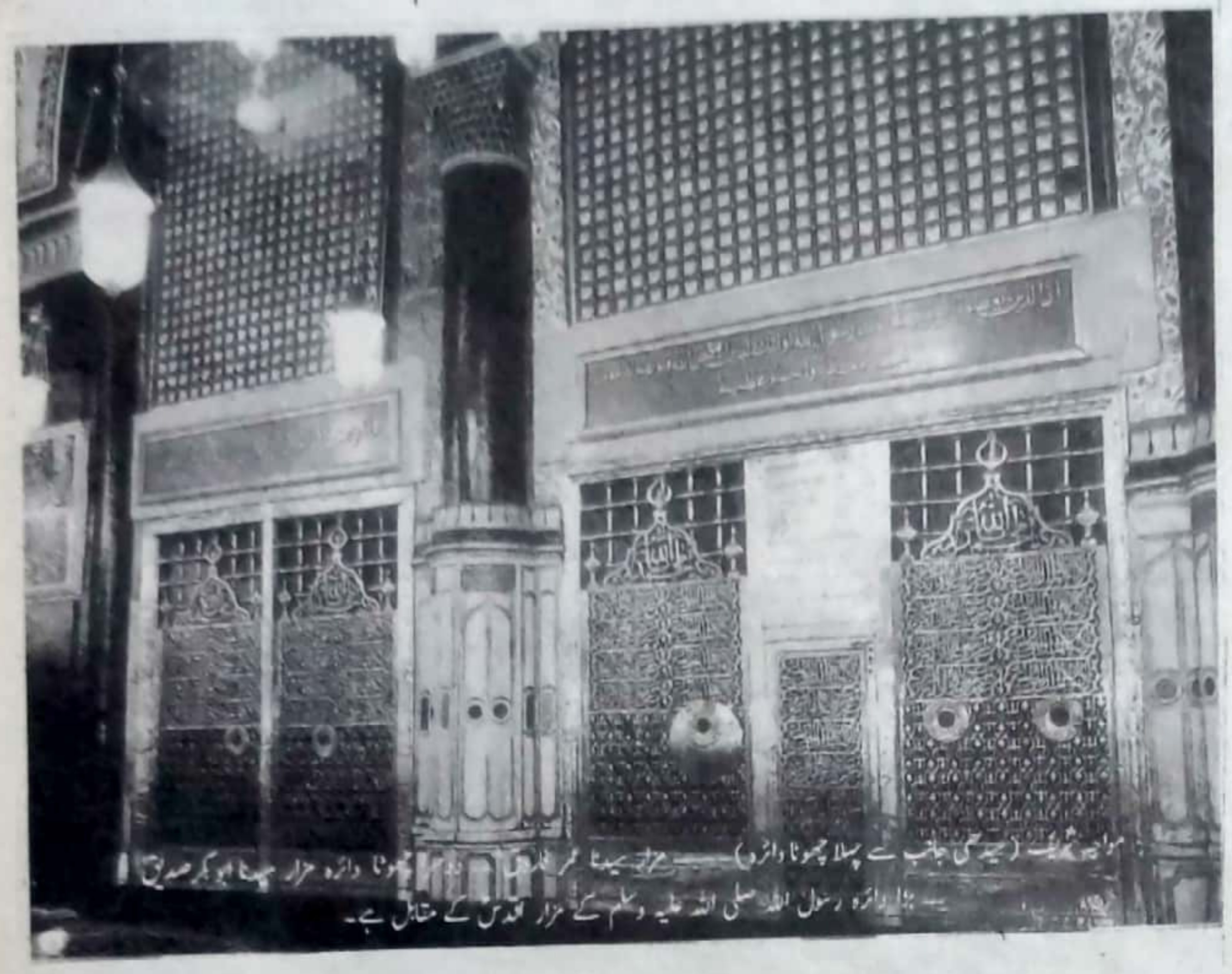

آپ وہاں سے ملوں ہو کر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطن نخلہ میں ایک دن کی راہ پر مکہ سے مدینے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ ﷺ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینو لے کہ یہ ایک قریہ ہے۔ موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ سب بلاتوقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورۃ احقاف آیۃ۔

واذ صرفنا الیک نفرا من الجن میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ ﷺ موسم حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ نصاریٰ کے آپ ﷺ کو ملے۔ آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام کی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عن قریب پیدا ہوں گے اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے ملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ ﷺ کا ذکر پہنچایا۔ اگلے سال نبوت کا بارہواں سال تھا۔ بارہ آدمیوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی پانچ پہلے اور سات انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائط اور

بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی ﷺ پر اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (البیان)

دعوت اسلام کے لئے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائط اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار کے مسلمان ہو گئے۔ تھوڑے ان میں سے باقی رہے پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرہواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ ﷺ کے ساتھ کیا کہ آپ ﷺ جب مدینہ کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ ﷺ کے مدینہ پر چڑھ کر آئے گا۔ ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔

## شب میلاد مبارک، لیلتہ القدر سے افضل ہے:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔ جس کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے۔ اور شب قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے جانے کی وجہ سے مشرف والی ہے۔ نیز لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سموات والارضین پر عام ہو گئیں۔"

(انتہی ماثبت بالسنۃ صفحہ 78)

امام قسطلانی نے بھی (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 27/ 36) پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اقدس ہوا اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے۔ جس کا اظہار محافل میلاد، انواع و اقسام کے مبرات خیرات و صدقات کی صورت میں اہل محبت مومنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ ان پر اتمام حجت کے لئے قرآن وحدیث و راث علماء محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔

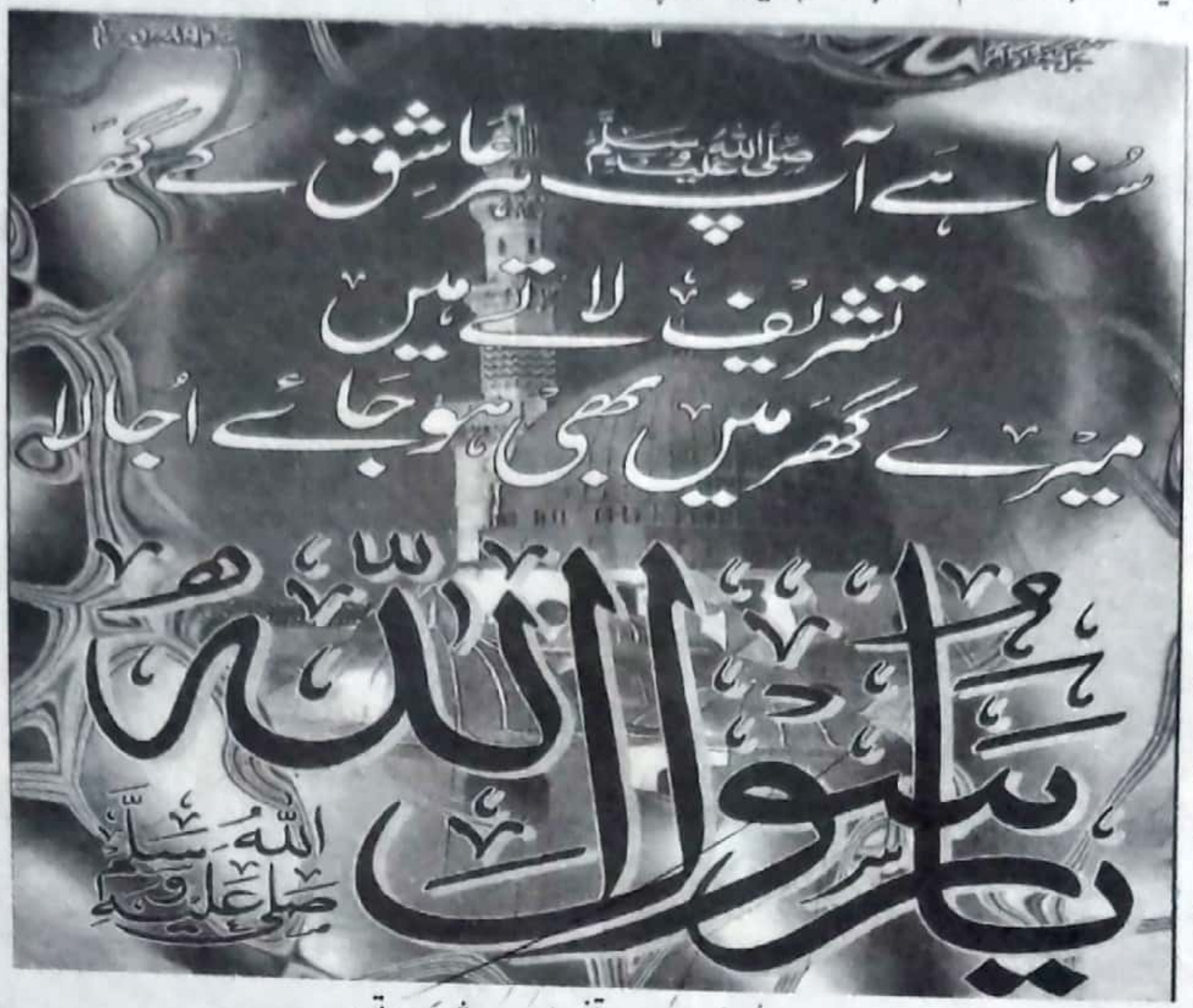


(واللہ ولی التوفیق)

حضور ﷺ کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت و سرور ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

ترجمہ: "اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے فرما دیجئے اور اسی فضل اور اسی کی رحمت سے، تو اس پر چاہئے کہ وہ خوشی کریں۔ وہ بہتر ہے، اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

نشان قدم مبارک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ عزوجل کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جو ظہور ذات محمدی ﷺ سے خوش نہیں۔

نعمت الٰہی کو بیان کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما بنعمة ربك فحدث

"اپنے رب کی نعمت بیان کرو"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری جلد 3 صفحہ 566) لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے:

بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: "حضرت عروہ فرماتے ہیں، ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی۔ جسے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی۔ سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔" فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے: ترجمہ: "سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بری حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھ کو کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثوبیہ نے ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔"

یہ حدیث (حمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد 20 صفحہ 95) پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

**اعتراض اول:**

قرآن مجید میں ہے: لا یخفف عنھم العذاب

"کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔" ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟

**جواب:** اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ جن میں بعض بالکل رکیک اور ناقابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اس کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے:

امام قرطبی نے فرمایا "یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیے ہیں۔ ایک تو محال ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعۃ کا اعتبار کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ طاعۃ کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے۔ اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے عمل پر محض بطور تفیض کو.... کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہئے کہ ابولہب کا ثوبیہ کو آزاد کرنا طاعۃ معتبرہ نہ تھی اور اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابوطالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلے پر توقیف ہی کی اتباع کی جا سکتی ہے۔ (یعنی تخفیف عذاب کی نفی اثبات کا قول ورود نص پر موقوف ہے۔ جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہوا اس کی اتباع کی جائے گی۔" (فتح الباری جلد 9 صفحہ 119)

میں ابن عسقلانی کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام کے لئے ہوتا ہے۔ جس کے لئے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیف عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام واجلال کے لئے ہے۔

**اعتراض دوم:**

سوال: غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر تعین کر لیا جائے؟

جواب: ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے حقیقت واقعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور ان سے بعض حقائق کا پتہ چلنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

قرآن مجید کا انتہائی قدیم قلمی نسخہ

دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دوست جو کافر تھے۔ انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں یہاں فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان وتوحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ بطور استنباط اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادت باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی امید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب للدینہ جلد 1 صفحہ 2 پر یہی مضمون امام بن جزری سے نقل فرماتے ہیں: ابن جزری نے کہا کہ "شب میلاد کی خوشی کی وجہ سے جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حالانکہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مومن وموحد کا کیا حال ہوگا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے۔ میرے محمد ﷺ! کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم، جنات نعیم میں داخل کرے۔"

# درود پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے

تحریر:۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

درود پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے جو روح رواں گلستان، بھٹکے ہوں کا رہنما، دونوں جہانوں کا آسرا، افضل الخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔ درود پاک تاجدار انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نذرانہ عقیدت، عظمت شان، ایمان کامل کا اعلان، اوصاف جمیلہ کی تعریف وتوصیف، لامتناہی محبت وعقیدت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کا دوسرا نام ہے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 56 میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ (عزوجل) اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی ﷺ) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

**درود پاک کی اقسام:**

درود پاک کی کئی قسمیں ہیں مثلاً درود ابراہیمی، درود خضری، درود تنجینا، درود مقدس، درود اکبر، درود شاذلی، درود کوثر، درود محمود، درود نصرت، درود مقرب، درود مکرم، درود شفاعت وغیرہ۔

**درود پاک کی فضیلت و اہمیت:**

درود پاک کی فضیلت پر بے شمار کتابیں اور مضامین تحریر کئے گئے ہیں مثلاً ڈاکٹر سید حامد حسین بلگرامی کا مضمون صلوٰۃ وسلام الامام اسماعیل بن اسحاق المالکی کی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد منصور الزمان صدیقی کی تصنیف درود شریف کی فضیلت، مولانا محمد یوسف فقیر دہلوی کی فضائل درود شریف علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کی فضائل درود شریف اور علامہ عالم فقری کی کتاب فضائل وبرکات درود شریف درود پاک کی کتب میں علامہ بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف ایک منظوم درود پاک ہے۔

یہ درودوں کے چراغ اور سلاموں کے دیئے
اہل ایماں کو شب غم میں ضیاء دیتے ہیں
(خواجہ عابد نظامی)

قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب شہاب نامہ

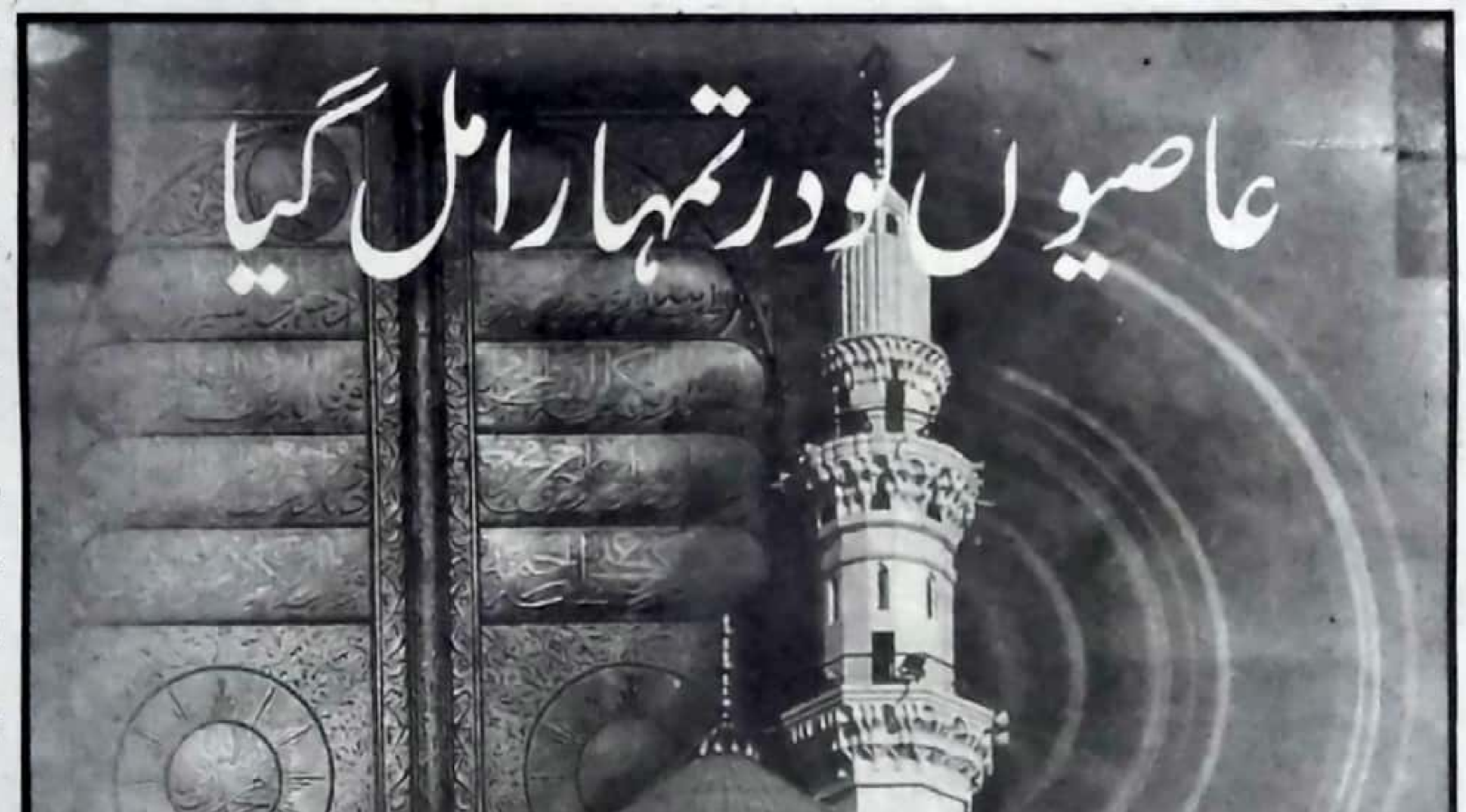


کے صفحات 1154-1152 پر درود پاک کے مختلف فضائل ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں۔

''ساری کائنات میں ایک اور صرف ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسان کے درمیان یکساں طور پر مشترک ہے''۔

درود شریف پڑھنے والے کو اپنی استعداد اور خلوص کے مطابق صاحب درود کی توجہ کا شرف ضرور حاصل ہوتا ہے اگرچہ ہزاروں افراد ہزاروں مختلف مقامات پر ایک ہی وقت درود شریف پڑھ رہے ہوں ان سب پر فرداً فرداً بیک آن صاحب درود کی توجہ کا منعکس ہونا نہ کوئی عجیب بات ہے اور نہ کوئی مشکل امر ہے چراغ اگر چھوٹا ہو تو اس کی روشنی پھیلانے کے لئے اسے ایک کمرے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سورج کی شعاعیں ہر جگہ بیک وقت یکساں طور پر باآسانی پہنچتی ہیں شرط صرف اتنی ہے کہ رخ سورج کی جانب ہو۔

دنیاوی اصطلاح میں درود شریف کی مثال شاہی ڈسپیچ بکس کی سی ہے جو دعا اس ڈسپیچ بکس میں بند ہو کر اللہ عزوجل کے دربار میں پہنچے اس کی جانب خصوصی اور فوری توجہ منعطف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

**درود شریف کی فضیلت (احادیث کی روشنی میں):**

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ عزوجل اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ (نسائی شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

# صلوا علی الحبیب

حبیب پر درود پڑھو!

(مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دن بھر میں مجھ پر ہزار بار درود پاک پڑھا وہ مرے گا نہیں جب تک وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بہت ہشاش بشاش تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اے محبوب ﷺ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک کیا آپ ﷺ اس بات پر راضی ہی کہ آپ ﷺ کا کوی امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹاؤں اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دوں۔

سیدنا ابوکاہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوکاہل (رضی اللہ عنہ) جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھتے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ پیش نہ کیا جائے (ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ عزوجل ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور جو قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔ (القول البدیع)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوندا انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما اس درود پڑھنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسند امام احمد)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے وہ فرشتہ مجھ کو اس کا و اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ مسلمان مصافحہ کرتے وقت درود پڑھتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے رب غفور و رحیم ان کے سب کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ عزوجل آسمانوں سے فرشتے روانہ کرتا ہے۔ ان کے پاس سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ وہ جمعرات کے دن اور جمعہ کی شب میں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے اس کا نام لکھ لیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوئی تلاش کرنے لگیں۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہوگئی اور سوئی مل گئی۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ویل یعنی ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہوگا جو حضور صلی

## فرشتے اور حوریں زمین پر

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ رحمت دوعالم ﷺ جنگ کے خاتمے پر ایک صحابی کی لاش اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر لا رہے تھے، مگر آپ ﷺ اپنے پاؤں مبارک اس احتیاط سے زمین پر رکھ رہے ہیں جیسے وہ کسی اور کے پاؤں پر آجائیں گے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس شہید صحابی کی تدفین کی اور دیکھنے والوں نے ایک بار پھر دیکھا کہ دوران تدفین آنحضور ﷺ اچانک مسکرا دیئے ہیں۔

دیکھنے والے دونوں باتوں کو مفہوم سمجھ نہیں پائے تھے۔ رات بڑی مشکل سے گزاری۔ اگلے روز مسجد نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ محبوب حق ﷺ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھنے کی جسارت کی "یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اتنا بتا دیجئے کہ کل آپ ﷺ ایک شہید صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش اٹھائے اپنے پاؤں مبارک اس طرح رکھ رہے تھے جیسے کوئی بہت بڑے ہجوم میں رک رک کر چلتا ہے۔ جبکہ بوقت تدفین آپ ﷺ اچانک مسکرا دیئے تھے، آخر کیا وجہ تھی؟

رحمت دوجہاں ﷺ نے فرمایا "میرے پیارے شہید صحابی رضی اللہ عنہ حضرت جلیب رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں اس قدر جوق در جوق فرشتے تھے کہ ہمارے پاؤں ایک دوسرے پر پڑ رہے تھے۔ اس لئے میں محتاط قدموں سے چل رہا تھا۔ البتہ جب شہید صحابی کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو جنت کی حوریں قطار در قطار استقبال کے لئے حاضر تھیں۔ میں شہید حق کی اس قدر تعظیم و تکریم دیکھ کر فرط انبساط سے مسکرا دیا۔"

جب شہادت اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں اور شہید کے بلند رتبے کا کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا تو کیوں نہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار رکھیں۔

شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خدا کا۔

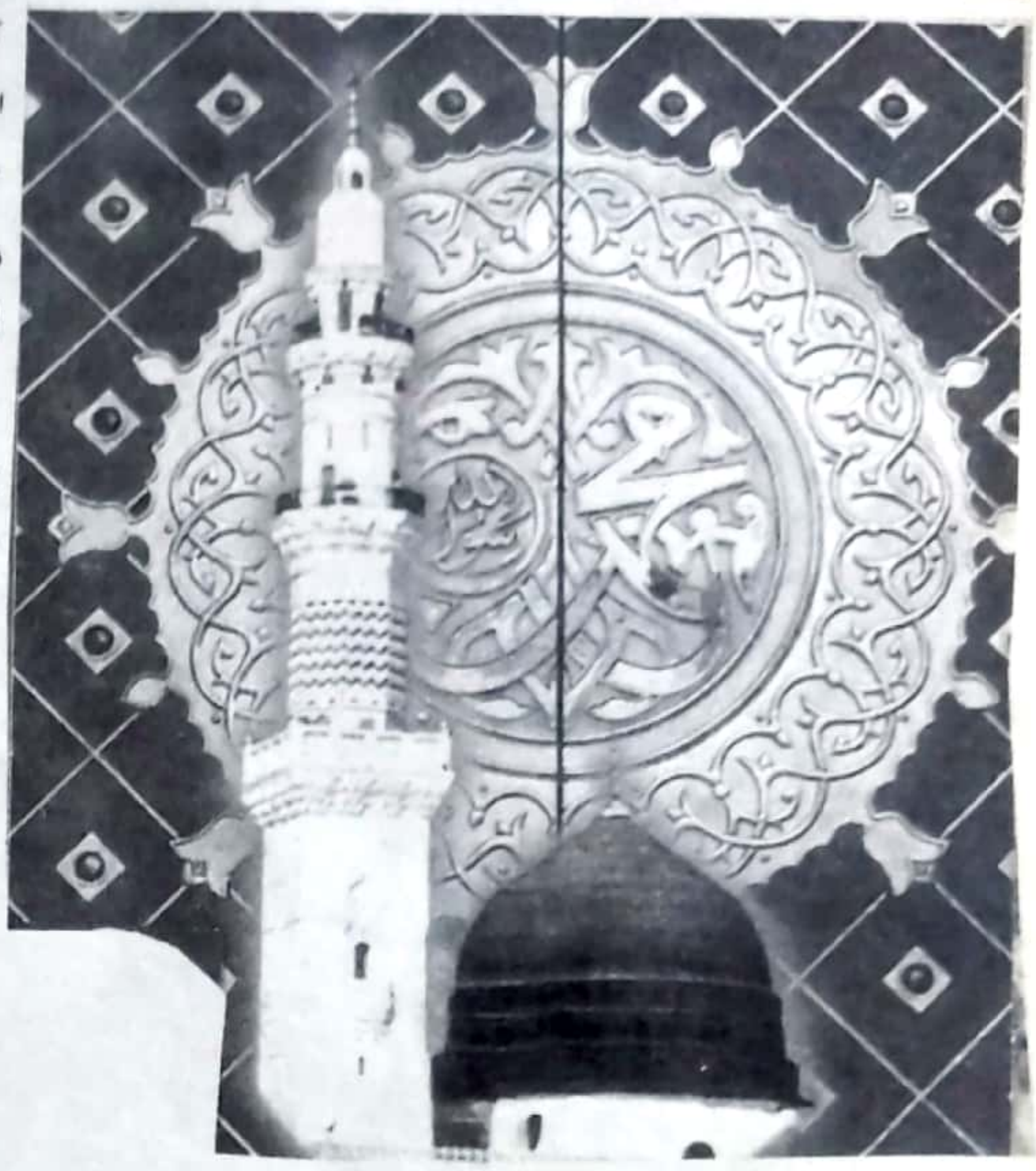

اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے گا، آپ ﷺ نے فرمایا وہ بخیل ہے عرض کیا بخیل کون ہے فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا (القول البدیع)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

**درود شریف کے آداب:**

درود شریف کے آداب حسب ذیل ہیں:

☆......درود شریف ایک ایسا وظیفہ ہے جو ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے یعنی درود پاک پڑھنے کی نہ کوئی تعداد مقرر ہے اور نہ وقت۔

☆......درود پاک پورے ذوق وشوق اور لگن سے پڑھنا چاہئے۔

☆......درود پاک پڑھنے والے کا جسم اور لباس صاف ہونا چاہئے۔

☆......درود پاک باوضو پڑھا جائے۔

**درود پاک کے فضائل (ایک اجمالی خاکہ)**

مختلف کتب میں درود شریف پڑھنے سے حسب ذیل فیوض و برکات ہوتی ہیں۔ اس کے فائدے بے شمار ہیں۔

☆......درود شریف پڑھنے سے تکالیف دور ہوتی ہیں۔

☆......بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

☆......خطرہ اور خوف ٹل جاتا ہے۔

☆......تہمتوں سے نجات ملتی ہے۔

☆......دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

☆......رضائے الٰہی اور عفت کا حصول۔

☆......مال میں برکت اور پاکیزگی ہوتی ہے۔

☆......طہارت ذات نصیب ہوتی ہے۔

☆......صفائی قلب اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔

☆......تمام امور میں برکات ہوتی ہیں۔

☆ اموال، اسباب اور اولاد در اولاد (چار پشتوں تک) برکات کا نزول ہوتا ہے۔

☆......قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔

☆......دنیا کی ہلاکتوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔

☆......زمانے کی تنگیوں سے خلاصی ہوتی ہے۔

☆......بھولی ہوئی اشیاء یاد آ جاتی ہے۔

☆......غربت ختم ہو جاتی ہے۔

☆......مومن پل صراط سے جھپکتے ہی گزر جائے گا۔

☆......مسلمانوں کے دلوں میں درود شریف پڑھنے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

☆......نبی ﷺ کی سچی محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

☆......روز قیامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوگا۔

☆......خواب میں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

☆......ملائکہ درود شریف پڑھنے والے سے محبت کرتے ہیں اور مرحبا کہتے ہیں۔

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب سلام کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

الغرض درود پاک کی لذیذ ترین خاصیت یہ ہے کہ عشاق کو دولت زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔ درود پاک بے شمار فیوض و برکات کا موجب ہے یہ ایسی اہم ترین عبادت ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔

# اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون
(آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے معروف سنی عالم تھے، وہ 1856ء میں پیدا ہوئے اور 1921ء میں انہوں نے وصال فرمایا۔ وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام تھے اور اس قدر عظیم تھے کہ انہیں اسلامی صدی کے مجدد کے لقب سے پکارا گیا۔ اسلامی صدی کا مجدد وہ ہوتا ہے جو اپنے دور کے تمام لوگوں میں اہم ترین شخصیت ہو۔ پہلی صدیوں کے مجددین امام غزالی علیہ الرحمہ کی طرح لوگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے میں عظیم ترین اہمیت کے مراتب حاصل کیے، مثلاً امام غزلی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن سے یورپ نے فلسفہ سیکھا......... اس مقالے کا مقصد تمام دنیا کے لئے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و نظریات کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ کوئی بھی شخص دنیا بھر کے لئے اہم ہوتا ہے اگر اس کے یہاں اپنے دور کی دنیا کے اہم ترین مسائل کا حل موجود ہو......... کارل مارکس یا لینن عالمی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے تھے کیوں کہ ان کے افکار و نظریات تمام انسانیت کی رہنمائی کرتے محسوس ہوتے تھے۔

اس مقالے میں ہم ثابت کریں گے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے افکار وتعلیمات سے اس صدی کے اہم ترین مسائل کا حل پیش فرمایا......... ہماری صدی بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی صدی ہے اور ہماری دنیا کو بھی اسی طرح کے مسائل درپیش ہیں جس طرح امام احمد رضا کے وقت میں تھے......... اس لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت آج ہمارے لئے بھی اتنی ہی ہے جس قدر 1921ء میں ان کے وصال کے وقت کے لوگوں کے لئے تھی۔

بہتر ہوگا کہ ہم اپنے مقالے کا آغاز عہد جدید کے مرکزی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش سے کریں۔

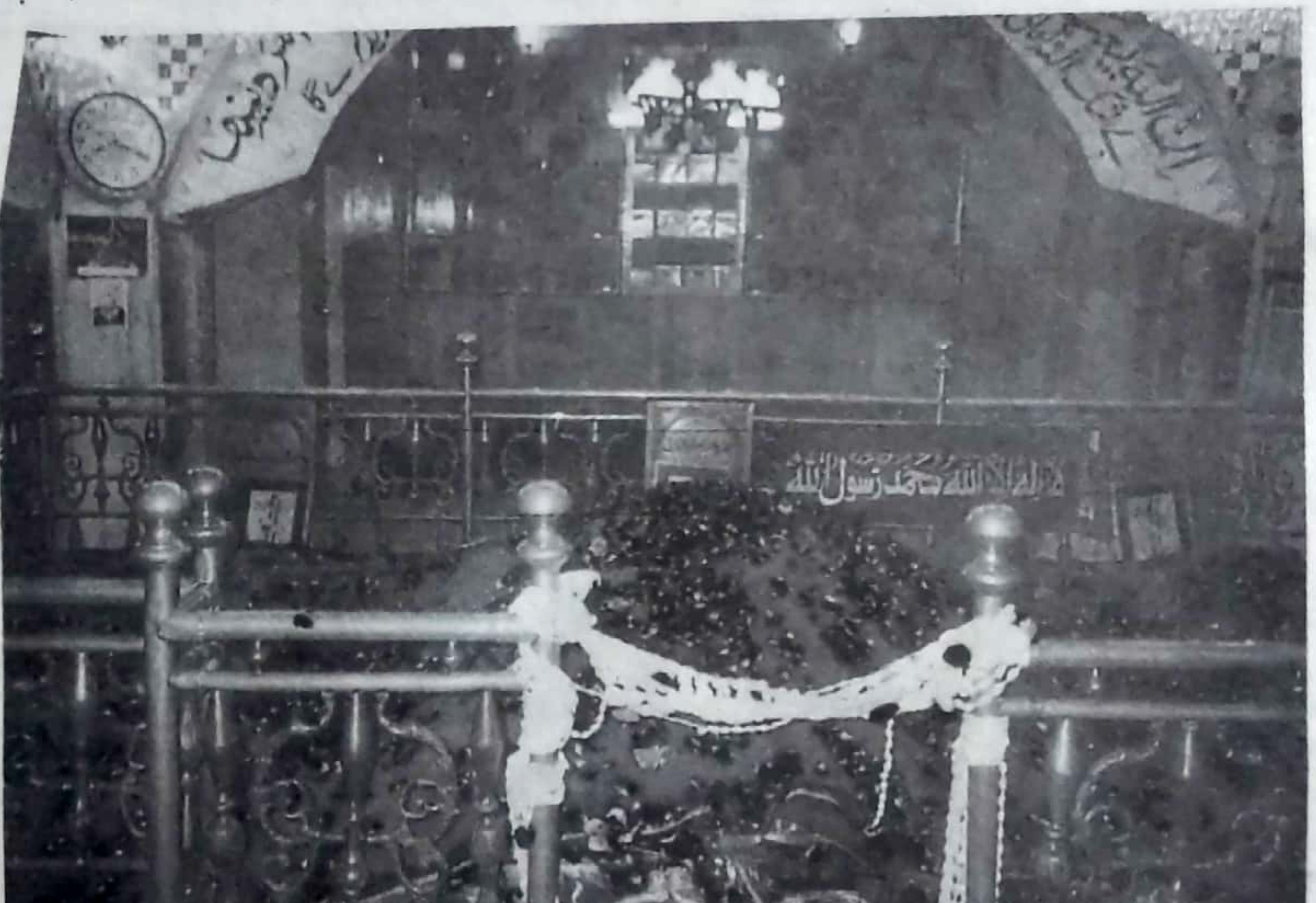

یہ جدید دور نئی تہذیب کی کامیابی اور پھر ناکامی کا دور ہے۔ سو سال پہلے سائنس پر بہت گہرا اعتقاد تھا، اس وقت سے اب تک ہم سائنس کی تنگ دامنی اور بہتر دنیا کی تعمیر میں ناکامی کا مشاہدہ کر چکے ہیں بلکہ سائنس نے اور بھی نئے خدشات کو جنم دیا ہے جس سے سائنس پر یقین ختم ہو کر رہ گیا ہے......... اس عہد نے سرمایہ داری کا بحران بھی دیکھا ہے اور سرمایہ داری کے مغربی متبادل کی ناکامی بھی......... کمیونزم ناکام ہوگیا ہے......... سفید نسلی تعصب اپنی تمام تر دہشتوں کے ساتھ نازی ازم میں ملاحظہ کیا جا چکا ہے......... اور ایک جماعتی اجتماعیت کے نظریہ نے بھی تصور سے کہیں بڑھ کر خوف پیدا کیا ہے......... جدید زمانہ ایسا زمانہ ہے جس میں جدید ثقافت بھی ناکام ہوگئی ہے۔

یہ عہد، یورپ اور بقیہ دنیا دونوں میں جدید ثقافت کی تخریب کا عہد ہے......... یہ عہد ہر طرف الحاد کے عروج کے ساتھ مذہب کی موت کا عہد ہے......... بلکہ اس سے بھی اہم، دنیا میں موجودہ مذاہب کے زوال کے سبب مذاہب کے نئے نئے گھٹیا نمونوں کے ظہور کا عہد ہے......... یہ عہد، بھیڑ چال کی ذہنیت، اجتماعی تحریکوں، فرد کی تذلیل کا عہد ہے......... جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا یک جماعتی اجتماعیت کے ذریعے انسان کی شرمناک کارستانیوں کا عہد ہے۔ جدید دور نے ان تمام جدتوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا مسلم دنیا کو خاص طور پر متاثر کیا ہے۔

یہ جدید دور اسلام، اہل اسلام اور روح انسانی سب کے لئے گہری تاریک رات ہے......... یہی وہ دور ہے جس میں مغرب نے روایتی ''مسلم معاشرہ'' کو کچل کر رکھ دیا ہے......... اس کی وجہ مسلم سیاسی قوت کا زوال اور ان مسلمانوں کی روحانی سراندازی ہے جنہوں نے مغرب کو قبول کیا، اس کی پیروی کی، اس کی ستائش کی اور اس کی پرستش کی......... یوں دنیا سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور معدوم ہوگیا......... اور متعصب لادینیت اور دہریت نے اس کی جگہ لے لی......... اسی سے وہابیت نے جنم لیا.........

یہاں اسلام دین کی حیثیت سے ختم ہو گیا اور جدیدیت کی صورت میں مغرب کی بھونڈی تقلید اور بنیاد پرستی کی صورت میں میوزم اور فاشزم طرز کی سماجی و سیاسی تحریک اس کی متبادل بن گئی۔ روایتی معاشرہ تباہ ہوا اور اس کی جگہ مغرب کا درآمد شدہ نو آبادیاتی، نسلیت پرستی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ آ گیا......... اور پھر جب مغرب خود ہی ناکام ہوگیا تو اب ہم ان تمام کھنڈرات کے بیچ کھڑے ہیں جنہیں مغرب نے کمیونزم سے فاشزم، فاشزم سے نیشنلزم اور نیشنلزم سے کیپٹلزم کی شکل میں تعمیر کرنے کی کوشش کی۔

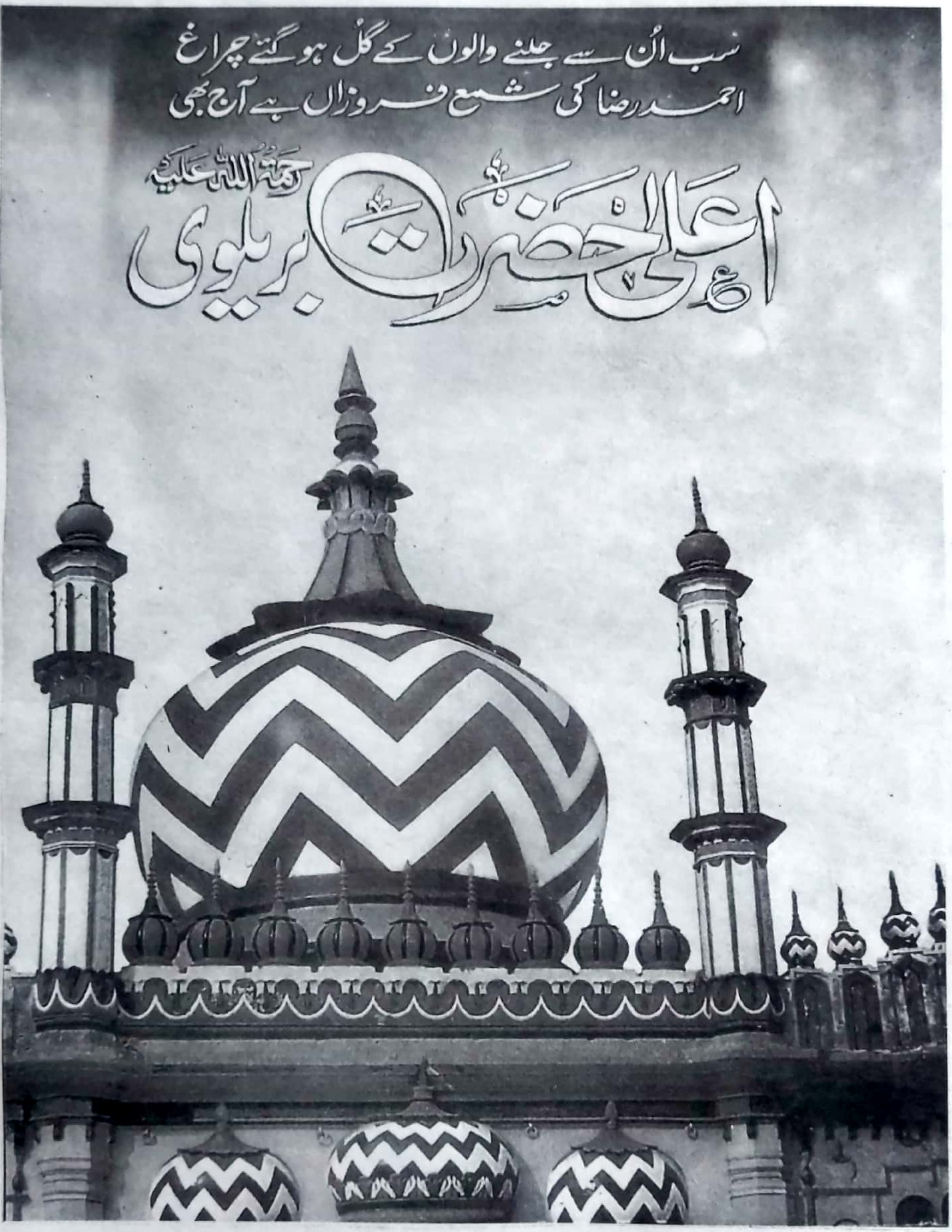


عالمی حیثیت کی حامل وہی شخصیت ہوسکتی ہے جو دور جدید کی خوفناک شکستوں اور ناکامیوں میں انسانیت کی رہنمائی کی اہلیت رکھتی ہو......... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ایسی ہی شخصیت تھے اور اسی وجہ سے ان کی عالمی اہمیت ہے.... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے اصل کام کو اختصار سے بیان کرنا بہت آسان ہے......... انہوں نے تمام عمر اہل سنت کے عقائد کے مطابق اسلامی اور اسلامی سوسائٹی کا جدید دنیا کے حملوں کے خلاف دفاع کیا، خاص طور پر ان اندرونی حملوں کے خلاف جو ان مسلمانوں کی طرف سے تھے جن کا مقصد اہل سنت کے عقائد کے مطابق اسلام سے جان چھڑا کر ایک نئی چیز کو رائج کرنا تھا......... اہل سنت کے عقائد کے مطابق اسلام اور اسلامی سوسائٹی کے دفاع کی کاوشیں ہی امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں......... یہ عالمی اہمیت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے عالم دین ہونے اور سنی عالم کی حیثیت سے کام کرنے سے شروع ہوئی......... انہوں نے زندگی بھر ایک عالم ہی کی حیثیت سے کام کیا......... انہوں نے ہر اس شخص کے سوالوں کے جواب دیئے جس نے ان سے رابطہ کیا......... ان کا کردار، اسلام کا گہرا علم رکھنے والے ایک دانشور کا کردار تھا......... انہوں نے بطور ایک

مذاق (تمسخر) کی بدولت آپس میں کینہ اور فساد پیدا ہوتا ہے۔

روایتی اسلامی اسکالر تعلیم پائی تھی اور اس میں بھی بے پناہ وسعت تھی......... وہ مختلف اسلامی اور دوسرے علوم میں بھی ماہر تھے جن میں اسلامی مذہبی علوم وفنون کے علاوہ ریاضی اور فلکیات بھی شامل تھے......... ایک متجر تعلیم یافتہ عالم کی حیثیت سے محض تحقیق طلب سوالوں کے جواب لکھ کر دنیا کو متاثر کرنا شاندار اہمیت رکھتا ہے۔

آج کل اجتماعی تنظیم سازی کا ایسا دور ہے جس میں وسیع دفتری نظام نے فرد کو نگل لیا ہے......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرز پر کام کرنے سے انکار کیا......... ان کے دور میں اجتماعی تحریکیں ابھرنا شروع ہو چکی تھیں مگر وہ کسی کے قریب تک نہ گئے......... انہوں نے کبھی بھی ایک بیورو کریٹ، سیاستداں یا منتظم بننے کی خواہش نہ کی......... اس اجتماعی تنظیم سازی کے تصور کو مودودی کی طرح کے لوگ اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنے......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے شروع دن ہی سے اس کی مخالفت کی......... انہوں نے اجتماعی تحریکوں مثلاً تحریک تربیت دینے سے بھی مجتنب رہے۔

آج کے جدید دور کا انسان اندر سے مر چکا ہے کیوں کہ آج اچھے فرد کی مانگ نہیں رہی بلکہ محض ایسا فرد درکار ہوتا ہے جو نعرے لگائے اور جس طرح اسے کہا جائے عمل کرتا رہے......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ عصر جدید میں فرد کو یوں مر جانے کی ضرورت نہیں......... انہوں نے عالمانہ رائے دیتے ہوئے بڑی سادگی سے اپنا کام کیا......... ہٹلر، اسٹالن اور اجتماعی تشہیر کے اس دور میں آج بھی اچھے فرد پر بھروسہ کرنے کی عالمی اہمیت ہے......... یہ دور حکمت و دانائی کی موت اور شعبہ جاتی تخصص کا دور بھی ہے۔

پہلے زمانے کے مقابلے میں آج ایک طالب علم کم سے کم شے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہے......... یونیورسٹی ایسی جگہ قرار پائی ہے جہاں پروفیسر بھی اپنے چھوٹے سے مخصوص مضمون کے بارے میں کافی علم نہیں رکھتا......... کیمرج یونیورسٹی میں حکمت و دانش کا کوئی پروفیسر نہیں ہے......... تعلیم یافتہ مسلمان اپنے ماضی سے کٹ چکے ہیں......... کسی بھی روایتی تعلیم یا علم کا وجود اب کم ہی نظر آتا ہے......... اب پڑھا لکھا طبقہ سابقہ ادوار کے روایتی علوم اور حکمت و دانش کو چھوئے بغیر محض اپنے محدود مضامین کا مطالعہ کرتا ہے......... ایک ماہر فلکیات صرف فلکیات کا علم رکھتا ہے، اسے اس حکمت و دانش کی ذرہ بھر خبر نہیں ہوتی جو دو سو سال قبل کے ماہر فلکیات کو حاصل تھی.........

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس علمی روایت کے لئے سامنے آئے جو مغرب میں اپنی موت مر چکی تھی......... ان کا مقصد علم کو ممکنہ حد تک وسیع کرنا تھا......... ایسا علم جس کا محور اسلامی فنون سے پھوٹنے والی دانش و حکمت تھی......... ایسا علم جس کا ایک ہزار سالہ قدیم روایت سے گہرا رابطہ تھا......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں ایک ہزار سال پہلے تک کے مصنفین کے حوالے دیتے تھے.........

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فلکیات، سیاسیات بلکہ بینکاری اور کرنسی تک کے سوالوں پر بھی سیر حاصل عالمانہ رائے دیتے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ روحانی وجدان سے متعلق مشکل ترین سوالات پر بھی تبصرہ و تجزیہ کرنے کی اہلیت رکھتے تھے.........

بلاشبہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلامی دور میں صدیوں پرانی ثقافت کا دفاع کر رہے تھے آج کی ثقافت تو بالکل بے بنیاد ہو کر رہ گئی ہے......... ادب اور آرٹ کا ماضی کی روایات سے رابطہ منقطع ہو چکا ہے......... آج یورپی مصوری اور شاعری پچاس سال پہلے کی روایت کی پاسداری بھی نہیں کر رہی جب کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم زمانوں تک کی فنی روایت کو نبھایا ہے......... یہ پوری انسانی تاریخ سے کشید شدہ مکمل ثقافت تھی......... اسی وجہ سے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت ہے۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے طب میں بھی دلچسپی لی......... طب جدید کا بڑا قصور یہ ہے کہ اس کا طب کی قدیم روایت سے کوئی سابقہ نہیں رہا......... اور یہ حکیم و دانا انسانوں کے بجائے تنگ نظر سائنسدانوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے.........

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ محض ایک دانا اور ذہین عالم دین، ماہر فنون اور طبیب ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے تمام تر قدیم روایتی حکمت و دانش کو اندرونی و بیرونی حملوں سے بچایا......... شاید دنیا کے لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے زیادہ اہمیت اس بات میں تھی کہ انہوں نے (مضرت رساں) سائنس کی مخالفت کی......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے اکثر دور میں سائنس کی پرستش ہوتی تھی......... یہ نیوٹن اور ڈارون پر مکمل ایمان کا دور تھا......... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام کے قریب آئن اسٹائن کے انقلاب نے سائنس کی پرستش کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کئے......... خاص طور پر مسلم دنیا ہی میں سائنس کی پوجا ہوتی تھی اور سائنس ہی کو مغربی تسلط کی وجہ گردانا جاتا تھا......... اسی سائنس کی مدد سے سفید فام اقوام نے نو آبادیات کے لوگوں پر قابو پا رکھا تھا......... سائنس کی پرستش میں بہت سے نام نہاد مسلمان بھی شامل تھے......... اور ان مسلمانوں میں سے سر سید احمد خاں جیسے لوگوں نے اسلام کو اس طرح تبدیل کرنے کی کوشش کی کہ اسلام سائنس کے بارے میں مغرب کے نظریات کے مطابق ڈھل جائے......... یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس سے بھی زیادہ کچھ کیا......... انہوں نے سائنس ہی کو مسلمانوں پر استبداد، مسلط ہونے کی وجہ قرار دیا......... مسلمان سائنس پرست نہیں تھے......... انہیں سائنس پرست بننے پر مجبور کیا گیا......... اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے کہیں آزادی نہ ہو اور سائنس کے نام پر مسلمانوں کی مرضی کے بغیر مغربی ماہرین اور "جدید مسلم ماہرین" ہر جگہ حکومت کریں......... یقیناً آج ہم جانتے ہیں کہ یہ سائنس زیادہ تر حماقت ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں سائنس سخت نسلیت پرست تھی......... اور 1921ء میں ان کے وصال کے وقت اس سائنس نے مغرب میں کمیونسٹ اور فاشسٹ استبداد کا جواز فراہم کیا تھا......... سائنس کی پرستش کے تباہ کن منطقی نتائج آج اچھی طرح سمجھے جا رہے ہیں، خاص طور پر مسلم دنیا نے سائنس کے ہاتھوں خوفناک نقصان اٹھائے ہیں......... ان

تم پردے میں وہ کام نہ کرو جو لوگوں کے سامنے نہیں کر سکتے۔

نقصانات میں سے ایک سائنس کو ہر غلطی سے مبرا سمجھنے والی نوعیت وسطی ایشیاء کی کمیونسٹ رجیم کے ہاتھوں ماحول کی مکمل تباہی کا سانحہ ہے......... آج ساری دنیا سائنس سے منہ موڑ کر اس روایتی قدیمی حکمت و دانش کی طرف رجوع کر رہی ہے جو دنیا پر سائنس کی حکمرانی سے قبل موجود تھی......... لیکن امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے آج سے سو سال قبل سائنس کے خلاف جہاد کیا......... اگر آپ سائنس پر امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف پڑھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ انہوں نے سائنسدانوں کی کس قدر تذلیل کی ہے۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن اور اسلام ہی میں کامل سچائیاں ہیں اور کسی بھی طرح ان کی تردید کی اجازت نہیں دی جا سکتی.........

اگر کبھی سائنس دانوں نے ایسا کیا بھی تو امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے دلائل کو اسلامی دلائل سے رد کیا اور ان کے پرخچے اڑا دیئے......... اس طرح امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ سائنس میں بھی عظیم تھے......... اگرچہ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کسی طور پر بھی عام سائنس داں نہیں تھے مگر وہ ریاضی اور فلکیات اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ رات کو آسمان دیکھ کر گھڑی کا وقت درست کر لیتے تھے......... وہ مغربی سائنسی نظریات سے بھی آگاہی رکھتے تھے......... انہوں نے ستاروں کے جھکاؤ کی بناء پر بڑی تباہی کی پیشگوئی کرنے والے ایک مغربی ماہر فلکیات کا جواب لکھا اور اپنے جواب میں انہوں نے مکمل طور پر آسمانوں اور کشش ثقل سے متعلق مغربی نظریات کو بنیاد بنایا اور صحیح طور پر پیشگوئی فرمائی کہ کوئی تباہی نہیں آئے گی اور ان کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی......... آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریئے، شریعت کے کسی جز، یا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لئے، اس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے......... اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تو آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔ یہی ان کی عالمی اہمیت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کسی بھی روایتی حکمت و دانش کو ترک نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ سائنس کو چاہئے کہ وہ حکمت و دانش کی رقیب یا متبادل بن کر نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی خادم بن کر رہے......... ایک سو سال بعد اب یہی صورت حال ہے جس کی طرف خود مغرب بھی رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سبز سیاست اور سبز تحریک سے ظاہر ہے......... لیکن دنیا میں اب بھی استبداد کی مدد کرنے والی سائنس کی احمقانہ پرستش جاری ہے......... مغرب اب جان گیا ہے کہ اسٹالن کے جبر اور ہٹلر کے نسلی تعصب کے پیچھے سائنس کا کیا کردار تھا......... اسی لئے مغرب نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنا شروع کر دیا ہے......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ اس وقت ہی سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہے تھے......... جب کہ ابھی اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا......... وہ سائنس کو اس مقام پر رکھتے تھے جس کی وہ اہل تھی.........روایتی حکمت و دانش ابھی زندہ تھی اور وہ خود بھی اس روایتی دانش سے لبریز تھے......... وہ صحیح تھے اور مغرب غلطی پر تھا۔

ہاں! مغرب کے اپنی غلطی کے اعتراف سے سو سال قبل!......... اپنی زندگی میں امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے سائنس دانوں کی حماقتوں کا جواب دینے کی جدوجہد فرمائی......... لیکن بلاشبہ احمق یورپیوں کی پوری دنیا کے مقابل وہ یکہ و تنہا تھے......... تاہم انہوں نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کے لئے مسلمانوں کو ضروری کام پر لگا دیا......... انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سب سے بڑا چیلنج سائنس کی پرستش اور اس کا وہ طریقہ تھا جس سے وہ اسلامی حکمت و دانش کو دھمکا رہی تھی.........

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ کے مقابلے میں آج ہم سائنس کو چیلنج کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہیں کیوں کہ آج مغرب میں بہت سے لوگ خود ہی سائنس کی محدودیت کو جان گئے ہیں......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کرنے اور سائنس کی حدیں واضح کرنے کی کاوشوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں......... صرف امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے طریق کو اپنا کر ہی مسلم دنیا اپنے تباہ کن ماضی اور حال سے پیچھا چھڑا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک اور سادہ طریقہ سے بھی عالمی اہمیت رکھتے ہیں......... وہ ایک آفاقی تھے......... جدید دور سخت نیشنلزم اور نسلیت پرستی کا دور ہے......... لیکن امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ چونکہ مسلمان تھے اس لئے کوئی ملک یا براعظم ان کا وطن نہیں تھا......... پوری اسلامی دنیا ان کی مادر وطن تھی.........

ان کی شہرت ساری اسلامی دنیا تک پھیلی ہوئی تھی......... خود مکہ معظمہ میں ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا......... انہوں نے اسلام کی بین الاقوامی ثقافت کا تصور دیا......... وہ تمام لوگوں سے مخاطب ہوئے......... انہوں نے بہت سی زبانوں میں استفتاء کے جواب لکھے......... وہ ہمیشہ اس زبان میں جواب دیتے جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا......... آج کے دور میں خواتین و حضرات کتنے ہی زیادہ ہوں، جب ایک ہی ملک، ایک ہی گروہ یا ایک ہی نسل کی طرف دیکھتے ہیں تو بڑا عجیب لگتا ہے حتیٰ کہ ایک عالمی شہرت کا حامل گلوکار بھی آفاقی نہیں ہوتا بلکہ محض امریکی کہلاتا ہے......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ ایک آفاقی شخصیت تھے......... اور یقیناً وہ ایسے ہی تھے کیوں کہ وہ ایک سنی مسلمان

## پیغام اعلیٰ حضرت

## امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو، بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی ہوئی، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت کے نور ہیں۔ حضور ﷺ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(وصایا شریف صفحہ۔3 از مولانا حسنین رضا)

تھے.......اور ان کا مقصد اہل سنت کے نظریات وعقائد کے مطابق اسلام کا دفاع تھا.......اہل سنت کے مطابق اسلام ہی تمام مذاہب میں سب سے زیادہ آفاقی ہے.......عیسائیت کا مرکز سفید فام نسل ہے.......کیتھولک عیسائیت کا مرکز اٹلی ہے.......جب کہ اہل سنت کے مراکز بہت سارے ہیں۔ اپنی تمام تر قدیم روایات کے ساتھ عرب، ترکی، وسط ایشیا، انڈیا، مصر یا اسی طرح کے دیگر ممالک.......امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام آفاقی پیغام ہے.......وہ کہتے ہیں کہ عالمی اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ جو تمام ملکوں، تمام نسلوں اور تمام قوموں میں موجود ہے.......کس قدر اہم پیغام ہے یہ دنیا بھر کے لئے۔

آج ہم مرگ مذہب کے دور میں رہ رہے ہیں....... مذہب کو سائنس کے مطابق اور جدید بنانے کی کاوشوں نے مذہب و روحانیت کو نکال باہر کیا ہے....... سچی روحانیت تقریباً ختم ہوگئی ہے اور مذہب محض سیکولر مقاصد کے لئے رہ گیا ہے۔

آج امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نظریات سچ ثابت ہورہے ہیں.......یہ ایک مرد مومن کی فراست اور اس کی بصیرت تھی.......سب کچھ صدقہ تھا عاشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا.......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کا دور اب شروع ہوا ہے.......ہم اسلام دشمن اور غیر اسلامی حکومتوں اور معاشروں کی دنیا میں رہ رہے ہیں جس کا مذہب سے رابطہ کٹ چکا ہے.......ہمیں امام نے سکھایا کہ ہم اس دنیا میں کس طرح ہر باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے وقار کے ساتھ زندہ رہیں.......اب تک ہم وہ تمام پہلو ملاحظہ کرچکے ہیں جن کی وجہ سے امام اہمیت کے حامل ہیں.......انہوں نے جتنا جو کچھ بھی کیا اس کی اہمیت یہی ہے کہ انہوں نے جدید دنیا کے حملوں کے خلاف عقائد اہل سنت کے مطابق اسلام کا دفاع کیا۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ عالمی اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ اہل سنت کے عقائد اور اسلام، عالمی اہمیت کے حامل ہیں اور عقائد اہل سنت اور ان کے نظریات ہی دنیا کے مسائل کا جواب رکھتے ہیں.......انہیں عقائد و نظریات کا نام اسلام ہے اور یہی سچا مذہب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پوری دنیا کے لئے، تمام انسانیت کے لئے اہمیت رکھتے ہیں کیوں کہ وہ ایک اللہ عزوجل اس کے سچے رسول ﷺ اور دین حق کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں.......انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل واکمل محبت اور عزت وعظمت کو اسلام اور اپنی زندگی اور اپنی تمام علمی کاوشوں کا مرکز بنائے رکھا.......اور یہی ان کی عالمی اہمیت کا سبب ہے.......انہوں نے اپنے عہد کی ہر باطل تحریک کا رد کیا اور بیخ کنی کی بھرپور کوشش کی.......انہوں نے انگریزی اقتدار کو تسلیم کیا نہ انگریزی کچہری میں گئے یہاں تک کہ لفافوں پر ہمیشہ انگریزوں کی تصویر والے ڈاک ٹکٹ کو الٹا لگایا، یہ کہتے ہوئے کہ انگریزوں کو الٹا لٹکا رہا ہوں.......تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات وغیرہ کی مخالفت کی.......آج لوگوں کو اعتراف ہے کہ امام نے صحیح کیا تھا۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کس قدر دور اندیش تھے؟....... انہوں نے واقعات کو کبھی بھی جذبات کی رو میں بہنے نہیں دیا....... وہ ہر شے کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھتے تھے.......وہ سدا صراط مستقیم پر قائم رہے.......اور ایک سچے اسلامی مدبر اور جہاں دیدہ سیاسی مبصر کی حیثیت سے قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا....... یہ ہے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت۔

# اعلیٰ حضرت

# امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے تعلیمی نظریات

**پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد**

(سابق ایڈیشنل سیکریٹری، وزارت تعلیم سندھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک ماہر تعلیم بھی تھے اس لئے ندوۃ العلماء کی نصاب کمیٹی کے وہ ایک اہم رکن تھے، بعد میں کسی وجہ کی بناء پر علیحدہ ہوگئے، وہ خود دارالعلوم منظر اسلام کے بانی بھی تھے اور بکثرت طلبہ کو انہوں نے پڑھایا تھا، تعلیم وتعلم کے نشیب وفراز سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے تعلیم وتدریس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ملت کی ترقی اور نشوونما کے لئے تعلیم اور نصاب تعلیم کی تشکیل وترتیب دیتے وقت یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ترقی اور نشوونما کی نہج کیا ہونی چاہئے۔ نہج کا تعین قومی مزاج، قومی نظریات اور قومی ضروریات کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا موقف درج ذیل ہے:

**اسلامی تصور**:۔ اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہئے کیوں کہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کا دین کیا ہے؟

**مقصدیت**:۔ تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہئے تاکہ ایک عالم گیر فکر ابھر کر سامنے آئے۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔

**اولیت**:۔ ابتدائی سطح پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کا نقش طالب علم کے دل پر بٹھایا جائے کہ اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ آل واصحاب اور اولیاء وعلماء کی محبت وعظمت دل میں پیدا کی جائے۔

**صداقت**:۔ جو کچھ پڑھایا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو۔ جھوٹی باتیں انسان کی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں جس طرح جسم کے لئے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح ذہن اور دماغ کے لئے بھی صحیح غذا ضروری ہے۔ صحت فکر اسی سے وابستہ ہے۔

**افادیت**:۔ صرف انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین ودنیا میں کام آئیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید علوم وفنون کو نصاب سے خارج کردیا جائے اس سے افراد کی توانائی، مال اور عمر تینوں ضائع ہوتے ہیں جو ایک بڑا قومی نقصان ہے۔

**للّٰہیت**:۔ اساتذہ کے لئے لازم ہے کہ ان کے دل میں اخلاص ومحبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔ وہ علم کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ طلبہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں۔

**حمیت وغیرت**:۔ طلبہ میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کریں تاکہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہو جائیں اور اپنا یہ جوہر کھو کر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک داغ نہ بن جائیں۔

**حرمت**:۔ طالب علم کے دل میں اور تعلیم متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

**صحبت**:۔ طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ مفید کھیل اور سیر وتفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ طالب علم کی طبیعت میں نشاط وانبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل تعلیم سے اکتا نہ ہو جائے۔

**سکینت**:۔ آخر میں محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سکینت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور باوقار ہونا چاہئے تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر پیدا نہ ہو۔

اپنے آپ کو بہتر سمجھ لینا جہالت ہے، ہر آدمی کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہئے۔

# اتحادِ اہلسنت کی عملی و حقیقی صورت فکرِ رضا رحمۃ اللہ علیہ

محمود رضا مصطفائی / محمد انیس قادری عطاری

ہو حلقہ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
زرم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

عشق کی لافانی اور کٹھن راہوں کے شاہ سوار، محبت کے پرپیچ راستوں پر عقیدتوں اور نیاز مندوں کے قافلے ہر سو، ہر لمحہ اور ہر جہت گامزن ہیں، ہماری مراد اس قافلے عشق و مستی سے ہے جس کو ہم عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز سپاہی اور لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالے سرفروشوں کی حیثیت سے جانتے ہیں، جن کا مسلک پیروی محبت، جن کا مذہب عشق حقیقی ہے، جن کی ضنانی الحبت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ ان کے دست حق پرست پر لاکھوں اور کروڑوں غیر مسلم محبت اور عشق و مستی کا جام نوش کر کے راہِ حق پر استوار و گامزن ہیں یہ اسی عشق و محبت کا فیضان ہے جس کا وعدہ یوم ازل میں سب نے ''است بربکم'' کا جام نوش کرنے کے بعد معلومہ وجود میں آ کر جس نے یاد رکھا وہ رب کا دوست اور مددگار بنا اور جس نے بھلا دیا وہ اس کے غضب کا شکار ہے۔ یہ عشق و محبت کا راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے دین آج سارے مسکن انسانی میں اپنا وجود رکھتا ہے۔ یہ اس گروہ کا، اس قافلے کا نشان امتیاز ہے جس کو ہم مسلک حق ''اہل سنت و جماعت'' کہتے ہیں آج یہ گروہ حق اپنے روز ازل سے زیادہ موجودہ دور کی تمام تر مشکلات کا سامنا کر رہا ہے آج ان کو جس میدان عمل میں چوکھی جنگ لڑنی تھی وہ اس میدان جنگ میں بیشتر محاذ پر پسپائی کا سامنا کر رہا ہے اور مخالفین اس کے عمل و حرکت کے بیشتر راستے مسدود کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں، یہ آپس میں ہی دست و گریباں ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کے عمامے خود اپنے ہاتھوں سے اچھالنے میں مصروف ہیں یہ خود ہی ذلت کے اس گڑھے میں گرنے کو کمربستہ ہو رہے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں اور روکنے والا اگر کوئی ایسا قدم اٹھانے کی کوشش کرے تو وہ اپنوں کی ہی نظر میں دشمن ٹھہرتا ہے الغرض یہ کہ اہل سنت و جماعت جس کو حرف عام میں ''سنی'' کہتے ہیں جو شاید اپنے نام کی طرح ''سن'' ہو چکے ہیں، جذبات واحساسات اور خلوص ویقین ان میں عنقا ہو چکے ہیں، یہ پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہیں جو اپنی اس بھیڑ چال میں مصروف ہو کر منزل حقیقی کو فراموش کر بیٹھے۔ بالآخر تعداد کثیر میں ہوتے ہوئے بھی پیش منظر سے پس منظر میں چلے گئے، زمانے کی حریف طاقتوں نے ان کو دیوار سے لگانے کی کوششیں جاری رکھی ہوئیں ہیں اور وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو رہے ہیں ان کے اکابرین و ذمہ داران اپنے مسلکی فرائض کو پس پشت ڈال کر ذاتی و گروہی مفادات کے چکر میں الجھ کر منزل و جستجو کی راہ سے کوسوں دور کھڑے ہیں، اپنے پیٹ کی طلب کی خاطر مسلک کی لاج کو خود اپنے قدموں تلے روندنے کا جرم کر بیٹھے ہیں، تنظیمی و سیاسی غلطیوں کی نا ختم ہونے والی کڑی تا حال پوری قوم کو جکڑے ہوئے ہے اور اس اندھی، شخصی زنجیر میں جکڑے سنی حیران و پشیمان ہیں کہ ان کو منزل کا راہ و نشان دکھانے والے ہی خود نشان منزل کھو چکے ہیں۔ وہ دوسروں کا درماں کیسے بنیں جو خود درد کا شکار ہیں.....؟ معجزات پر یقین کرنے والے پھر کسی معجزہ کے انتظار میں ذاتی و شخصی تقلید کی صلیب پر لٹکے ہوئے تقلید جامد کا شکار ہو رہے ہیں۔ حرکت و عمل کے لئے غیروں کی طرف منتظر نگاہ ہیں۔ چند حکومتوں کے ابرو اشارہ کے منتظر ہیں کہ ہواؤں کے رخ جدھر کو ہوئے وہ بھی اس سمت کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اڑتے پھرتے ہیں بغیر کسی منزل و نشان کے۔

کارکنان حق اپنے لیڈروں، راہنماؤں اور امیروں کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں کہ شاید کسی کی طرف سے کوئی اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت نظر آئے مگر صد افسوس نعرہ بازی کی حد تک تو سب کا یہی حال ہے مگر عمل کے میدان میں صفر۔ خود ساختہ اصولوں اور بے بنیاد واندھی عقیدت ومحبت کے راستے بے عملی کا شکار یہ سنی ایک ایسے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جو ان کو تباہی و بربادی کے عمیق غاروں میں دھکیلے لے جا رہے ہیں ایک دوسرے کے کندھوں اور پیٹھ پیچھے اپنی نفرتوں کی بندوقوں سے ایک دوسرے کو زخمی و فنا کرنے کی پالیسی پر گامزن یہ سنی نفرتوں اور عداوتوں کے اندھے کنوؤں میں گرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ذاتی و گروہی نفرت وعناد وبغض کے ہاتھ مسلک کی بربادی اور بدنامی کا سبب بھی بنتے جا رہے ہیں یہ ایسے جرم ہیں کہ جن کی تلافی ابھی ممکن ہے اور اس کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اتحاد اہل سنت ہی ہے۔ ان کی عظمت اور سربلندی اگر کسی چیز میں پوشیدہ ہے تو وہ فقط اتحاد کی عملی کوششوں میں، اگر وہ اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنا چاہتے ہیں تو ان کو ذاتی وگروہی اختلافات اور خود پرستی وخود شخصی عناد وزعم کو پس پشت ڈالنا ہوگا، محبت و عشق و مستی کی تحریک کو شروع کرنا ہوگا، باہمی اعتماد کے ذریعے ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سننا اور سمجھنا ہوگا اختلاف برائے اختلاف اور تنقید برائے تنقید کو ختم کرنا ہوگا، ایثار ومحبت، الفت وعشق او ربالآخر تحریک رحمت اللعالمین ﷺ کو بحال کرنا ہوگا، حرکت وعمل سے عاری لوگوں کو ہر کام اچھبنہ معلوم ہوگا مگر راہنمایان فکر و دانش اور حرکت و عمل کے جوئے راز کو یہ بہت مسکن نظر آئے گا۔ تبدیلی واتحاد اور انقلاب کے لئے جن بنیادی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے کیا وہ ان کے پاس موجود نہیں یہ بالکل غلط بات ہے یہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں یہ اس بچے کی سی بات ہے جس کے ابھی ہاتھ پیر مضبوط نہ ہوں جو بھاگ دوڑ نہ کر سکتا ہو۔ یہ کسی دیوانے کی بڑ تو ہو سکتی ہے لیکن کسی ذی ہوش و ذہین وفطین دل و دماغ کا مالک ایسی بات کرتا تو دور کی بات وہ ایسی سوچ پر بھی تین حرف بھیج سکتا ہے۔ یعنی نظریاتی فکر، افرادی قوت، راہنمایان فکر و دانش، ارباب حل وعقد، سیاسی، مذہبی اور دینی لیڈرشپ، تحریک محبت وعشق ومستی، شہدائے باوفا، غیور وغیرت مند کارکنان غرض کسی چیز کی کمی نہیں اگر ہے تو اصولوں کی کمی، باہمی اعتماد کی کمی، عزت وعقیدت کی کمی، باہمی رواداری کی کمی، الغرض بہت سی ذاتی وگروہی بیماریاں ہیں اور ان کی تشخیص اور اس کے لئے دوا و دعا وہ حکیم ہی کر سکتا ہے جو اس مرض اور مریض کو اچھی طرح جانتا اور اس مریض و مرض پر غور وفکر کرتا ہو اور بہترین اور اعلیٰ جراحی کرنے پر بھی قادر ہو۔ اگر کوئی نیک نیتی اور پرخلوص جذبہ سے اس عمل جراحی کو ادا کرنے پر تیار ہو تو اس کو اس عمل کے لئے مختلف میدانوں میں کام کرنا ہوگا، ہمارے تمام مسئلوں کا حل صرف اور صرف اتحاد اہل سنت میں مضمر ہے اگر ہم اپنی ذاتی اور شخصی انا پرستی کو چھوڑ کر ایک ایسی شخصیت کو آئیڈیل بنا کر اتحاد و انقلاب کی بات کریں جس کی ذات اور شخصیت ہمارے کسی کے لئے بھی اختلاف کا سبب نہیں بلکہ ہماری سوچ، ہماری پرواز خیال، ہمارے عقائد ونظریات، ہمارا دین وایمان، ہمارا مسلک سب کا سب اس شخصیت کا ہی مرہون منت احسان ہے ہماری مراد اس عظیم فکر، سیاسی راہنما، دینی رہبر، سنت نبوی ﷺ کا مکمل وحقیقی پیکر، عشق حقیقی ومجازی کا شاہ سوار، فنافی الرسول ﷺ، مفتی، مجدد اعظم، موائد ملت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت عبدالمصطفیٰ الشاہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلی شریف قدس سرہ سے ہے جن سے کسی بھی حقیقی وصحیح العقیدہ سنی کو اختلاف نہیں ہو سکتا اگر ان کے نام نامی کے نام کو اور آپ کی فکر کو مشعل راہ بنا کر اتحاد و انقلاب کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب نہ ہوں مگر اس کے لئے چاہئے حقیقی محبت وعشق، درست فکر کی پیروی، غلط انداز میں کسی کی خواہشات اور پیروی کو بالکل نظرانداز کر دیا جائے کہ فلاں صاحب چلیں گے تو میں کام کروں گا یا فلاں کے مدرسے، مسجد، خانقاہ یا کسی کی آمدن و پیٹ پر زد پڑتی ہے اس لئے یہ کام نہیں ہو سکتا یہ تو وہی بات ہے کہ سورج سے آنکھ بند کر لینے سے سورج کی

> ''اتحاد اہل سنت یعنی ہر سنی دوسرے سنی کا حقیقی برادر''
> ان کا کردار ایک عمارت ایک جسم کی مانند ہونا چاہئے
> ایک حصے کی تکلیف تمام حصے محسوس کریں اور اس کو رفع
> کرنے کی کوشش میں تمام ہاتھ برابر ہوں یہ جب ہوگا
> جب تمام سنی متحد ہوں گے، ایک ہوں گے،
> یک جان ہوں گے۔

حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا یہ مسئلے آنکھ بند کر لینے سے حل نہیں ہوسکتے ان کے لئے حقیقت پسندی اور باہمی اعتماد کی ضرورت ہے، وسعت قلبی کی تمنا ہے، سروں پر سجے ہوئے عمامے اور چہروں پر ڈارھیوں کی رونق اس بات کی متمنی ہے کہ ان کا احترام کیا جائے تاکہ ان کو اتار پھینکا یا نوچا جائے اس وقت اولین ضرورت اگر ہے تو صرف یہ کہ فکر رضا رحمتہ اللہ علیہ کو اپنایا اور اس پر حقیقی طور پر پیروی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ گوکہ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی تقریروں، خطبوں اور بیانات کے ذریعے فکر رضا رحمتہ اللہ علیہ کو عام کرنے پر کام کررہے ہیں لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا ہے تو بتایئے کہ عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر یا 25 صفر المظفر کو ٹیلی ویژن، ریڈیو یا اخبارات پر خصوصی پروگرام نظر کیوں نہیں آتے....؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ فکر رضا رحمتہ اللہ علیہ کو نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ سے خاص ربط کا اظہار قرار دیا جائے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کو بذریعہ انقلاب فکر رضا رحمتہ اللہ علیہ کے برپا کرنے پر زور دیا جائے اس سے پہلے اتحاد اہل سنت کی عملی حقیقی کیا صورت ہوگی یہ زیادہ اہم سوال ہے....؟

اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے عرض گزار ہوں کہ ان تمام تجاویز کو خالصتاً محبت و عشق کی تحریک رحمت اللعالمین ﷺ کے حوالے سے دیکھا جائے تاکہ کسی پیر، عالم، مقرر، لیڈر، رہنما یا امیر کی تحقیر و تذلیل کی نظر سے۔ ان گزارشات کو نہ دیکھا جائے، ہم یہ گزارشات صرف اور صرف اپنی مسلک و دین سے محبت و عشق کے سبب بیان کررہے ہیں، کسی بھی شخص کی بے عزتی یا اس پر تنقید برائے تنقید مقصد نہیں۔ ہماری نظر میں اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت یہ ہونی چاہئے یا اس طریقہ کار کو اپنایا جائے تو اتحاد اہل سنت کی حقیقی و عملی صورت واضح ہوسکتی ہے اور یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔

''اتحاد اہل سنت یعنی ہر سنی دوسرے سنی کا حقیقی برادر'' ان کا کردار ایک عمارت ایک جسم کی مانند ہونا چاہئے ایک حصے کی تکلیف تمام حصے محسوس کریں اور اس کو رفع کرنے کی کوشش میں تمام ہاتھ برابر ہوں یہ جب ہوگا جب تمام سنی متحد ہوں گے، ایک ہوں گے، یک جان ہوں گے، ''سنی رابطہ کونسل'' اس غلط فہمی کو شروع میں ہی دور کردینا چاہتی ہے کہ سنی رابطہ کونسل سنی تنظیموں، جماعتوں اور تحریکوں کے اتحاد سے زیادہ اتحاد عوام اہل سنت کو ضروری گردانتی ہے کیوں کہ سنی تنظیمیں، جماعتیں اور تحریکیں اپنے اپنے مدار میں جو کام کررہی ہیں وہ بھی ضروری ہیں یعنی جو تنظیمیں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں وہ ان جماعتوں کا کردار ادا نہیں کرسکتی جو سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہیں نہ ہی وہ ان تحریکوں کا کردار ادا کرسکتی ہیں جو جہاد اور حقوق اہل سنت کا معرکہ لڑنے میں مصروف ہیں۔ سنی رابطہ کونسل صرف یہ چاہتی ہے کہ ان تنظیموں، تحریکوں اور جماعتوں کی طرف سے دوسرے کی تحقیر و تذہین کا عملی رویہ ختم کیا جائے کارکنوں و ہمدردوں میں برداشت کا مادہ پیدا کیا جائے۔ تمام قائدین، لیڈرز، رہنما، امیر حضرات سنی عوام کے سر کے تاج ہیں، علماء، خطباء، مقرر حضرات سنی عوام کے دست و بازو ہیں نہ کہ دشمن۔ ان کے دل اور دروازے تمام سنیوں کے لئے کھلے ہونے چاہئے۔ اگر کوئی سنی کسی بھی سنی جماعت، تنظیم یا تحریک سے وابستہ ہے تو کسی کے رویے میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے وہ سب سے پہلے سنی ہے بعد میں کچھ اور۔

جب سیاسی جماعت کو سیاسی قوت کی ضرورت ہو تو تمام سنی سیاسی ہوں جب دعوت و تبلیغ کی ضرورت ہو تو تمام سنی مبلغ ہوں جب حقوق اہل سنت کی حفاظت کا معاملہ ہو تو تمام سنی ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوں بغیر کسی شخصی بغض کے بغیر کسی تنظیمی نفرت کے اور نہ ہی ان کے دل میں کسی کے پیر، مرشد، خانقاہ یا صاحب مزار کا عناد ہو وہ فقط سنی ہوں اول تا آخر سنی۔ یہ ہے اتحاد اہل سنت کی عملی و اصلی شکل و صورت۔

## اتحاد اہل سنت سے پہلے اور بعد کے کرنیوالے کام:

**سنی سپریم کونسل**:۔ اس میں ہر سنی تنظیم تحریک، جماعت کا امیر، قائد، رہنما رکن ہوسکتا ہے تمام احباب مل کر بیٹھ کر سنیت کے درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے اجلاس کریں اور اس کا حل پیش کریں اس طرح سنی عوام کو ایک سمت میں لے کر چلنے میں آسانی ہوگی اور تمام فیصلوں میں اعتماد بھی ہوگا اس میں ضروری نہیں کہ امیر، قائد، رہنما ہی شرکت کریں ان کی طرف سے نامزد افراد بھی ہوسکتے ہیں لیکن فیصلے کی صورت اس کے پابند ہوں گے۔

**مرکزی تنظیم المدارس** :۔ اس کے زیر اہتمام مدارس ہوں گے چاہے ان کو کوئی دعوت و تبلیغ کے زیر اہتمام چلایا جارہا ہو یا سیاسی و جہادی و حقوق کی تنظیموں کے تحت وہ کام کررہے ہوں سب اس کے رکن ہوں گے نصاب اپنا ہی رہے گا طریقہ کار بھی وہی رہے گا مرکز اس میں کوئی حکم یا اتھارٹی نہیں ہوگا۔

**مرکزی تنظیم المساجد** :۔ اس کے زیر اہتمام ایک بورڈ بنایا جائے گا تاکہ وہ تمام مساجد کے سلسلے میں عملی کام کرے ان کی رجسٹریشن ان کی دیکھ بھال اور ان کے دیگر مسائل کو حل کرنے کی عملی کوشش کرے اور اس طرح تمام مساجد ایک منظم کے تحت ہوں گی شعوری، نظریاتی اور عقائد و فکر کی اشاعت و تبلیغ میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل ہوں گی، ایک آواز بھی ہوں گی۔

> **کارکنان حق اپنے لیڈروں، راہنماؤں اور امیروں کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں کہ شاید کسی کی طرف سے کوئی اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت نظر آئے مگر صد افسوس نعرہ بازی کی حد تک تو سب کا یہی حال ہے مگر عمل کے میدان میں صفر۔**

**سنی سیاسی پلیٹ فارم**: ۔ یہ وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے سنی سیاسی جماعتیں فعال اور امداد کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت پیچھے ہیں ان کو فعال کرنے کے لئے ان میں عملی اقدامات کی ضرورت ہے، متحرک، جذبے والے کارکنوں کو مورل سپورٹ کی ضرورت ہے تاکہ وہ سیاسی طور پر مضبوط ہوں۔ سیاسی طور پر ان کی پشت پر ایک مضبوط اور سیاسی سوجھ بوجھ والی باہمت قیادت موجود ہو تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اعتماد، جوش سے کام کرسکیں۔ سیاسی جماعتوں کے اغراض و مقاصد اور منشور کی از سر نو تدوین کی جائے اور ان کو موجودہ ملکی، عالمی، سیاسی، مسلکی صورت حال سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت پر زور دیا جائے اور ان کو اس قابل بنانے پر توجہ دی جائے تاکہ سنی عوام ایک پلیٹ فارم ایک پرچم تلے اپنے سیاسی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب رہیں۔

**سنی اقتصادی پلیٹ فارم**: ۔ یہ تمام خواب شرمندہ تعبیر ہوں گے جب سنی مالی، مادی اور اقتصادی طور پر مستحکم ہوں گے تمام سنیوں کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ اپنے سنی بھائی کی مدد کے پابند ہیں۔ جو مال سے امداد کرسکتے ہیں وہ مادی سپورٹ دیں اور جو جسمانی، ذہنی، فکری طور پر توانا ہیں وہ ان کی مدد کریں جو اس شعبے میں کمزور ہیں اس طرح ایک مرکزی بیت المال بھی قائم کیا جاسکتا ہے جس سے کمزور اور نادار سنی احباب کی مدد کی جائے اور ان کو مورل سپورٹ دی جائے تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکیں اور دوسروں کی امداد کے قابل ہوجائیں اس بیت المال میں تمام افراد جو صاحب حیثیت ہیں وہ اپنی زکوۃ، خیرات، فطرانہ، واجبات اور قرضہ حسنہ سے امداد کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

یہ ہیں وہ عملی اقدامات جن کے کرنے سے اتحاد اہل سنت کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے اس میں مزید سوچ اور اضافہ ہوسکتا ہے، سنی رابطہ کونسل خلوص دل و نیت سے اتحاد اہل سنت کی داعی ہے، سنی رابطہ کونسل یہ بات شروع میں ہی واضح کردینا چاہتی ہے کہ اس کا مدعا یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی نئی تنظیم، تحریک یا جماعت کھڑی کرے بلکہ وہ اتحاد اہل سنت کا پرچار کررہی ہے۔ اور نہ ہی تنظیموں، جماعتوں اور تحریکوں کو ایک دوسرے میں مدغم کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی اپنے طور پر کوئی قیادت مسلط کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی کی لیڈرشپ کو چیلنج کرنا چاہتی ہے تمام لیڈرز، قائدین اور امراء کی دل سے قدر و محبت کرتی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری خیال کرتی ہے کہ کسی کو کسی قیمت پر اتحاد اہل سنت میں روڑے اٹکانے کی اجازت نہیں دے گی کیوں کہ اتحاد اہل سنت وقت کی اولین ضرورت ہے۔ سنی رابطہ کونسل اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ نجدی افکار کے پھیلنے کی وجہ سے سنی عوام کو سنی علماء حق کو اور غیرت مند و غیور سنی کارکنوں کو ایک ''معرکہ بدر'' کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی و جسمانی اور روحانی و اخلاقی طور پر تیار رہنا چاہئے کیوں کہ غلیظ نجدی افکار نے ہمارے گھروں، ہمارے ذہنوں، ہمارے بچوں و بچیوں، نوجوانوں ہمارے بزرگوں ہمارے معاشروں کو اپنی غلاظت سے آلودہ کردیئے ہیں اس گند دیوبند کو صاف کرنے کے لئے ہمیں اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر ایک اور روحانی، نظریاتی، فکری، مالی، مادی، اخلاقی اور اقتصادی طور پر ایک اور ''معرکہ بدر'' کی تیاری مکمل کرلینی چاہئے کیوں کہ بقول علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ ؎

فضائے بدر پیدا کر تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں فرشتے قطار اندر قطار اب بھی

**آخری التماس**:۔ سنی رابطہ کونسل اس تصویری خاکہ کو مکمل کرنے کے لئے تمام سنی قائدین، امراء اور رہنماؤں کی امداد اور وسعت قلبی کی متمنی ہے اور غیور و غیرت مند نظریاتی و مسلکی کارکنوں کی ہمت، طاقت اور استقامت کی منتظر توجہ ہے تاکہ ہم سب مل کر اس اتحاد اہل سنت کے حقیقی اور عملی خواب کو شرمندہ تعبیر اور اس تصویری خاکہ میں اپنی جوانیوں اپنے گرم و پرجوش لہو سے رنگ بھرسکیں تاکہ آنے والا وقت ہمارا ہو۔

ہماری شان ہماری پہچان
ہمارا دین ہمارا ایمان

اس دعا کہ ساتھ آپ سے اجازت چاہیں گے کہ ہمارا عظیم الشان پروردگار اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صدقے میں ہم سب کو خلوص نیت سے اتحاد اہل سنت کے لئے فروغ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور تقلید امام احمد رضا قدس سرہ کو عام کرنے کے لئے ہمہ وقت، ہمہ جہت پوری تندہی سے کام کرنے کی ہمت، طاقت اور استقامت عطاء کرے اور روز جزا و قبر کی شرمندگی سے اپنی اور پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں محفوظ و آمان میں رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆.....☆.....☆

# بری اور اچھی باتوں میں فرق!

ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ بری خصلتوں اور خراب عادتوں سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو بچائے رکھے اور نیک خصلتوں اور اچھی عادتوں کو خود بھی اختیار کرے اور اپنے سب متعلقین کو بھی اس پر کاربند ہونے کی انتہائی تاکید کرے۔ یوں تو اچھی عادتوں اور بری عادتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ہم یہاں ان چند بری خصلتوں اور خراب عادتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں اکثر مسلمان خصوصاً عورتیں گرفتار ہیں اور ان بری عادتوں کی وجہ سے لوگ اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر کے دونوں جہاں کی سعادتوں سے محروم ہو رہے ہیں۔

## غصہ:

بے محل اور بے موقع بات بات پر بکثرت غصہ کرنا، یہ بہت خراب عادت ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان غصہ میں آکر دنیا کے بہت سے بنے بنائے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے اور کبھی کبھی غصہ کی جھلاہٹ میں خداوند کریم کی ناشکری اور کفر کا کلمہ بکنے لگتا ہے۔ اور اپنے ایمان کی دولت کو غارت اور برباد کر ڈالتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بے محل اور بات بات پر غصہ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے مگر بہت ہی تھوڑا ہو تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”غصہ مت کر“ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 433 واحیاء العلوم جلد 3 صفحہ 165 مصری)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 433 مجتبائی)

## غصہ کب برا، کب اچھا ہے؟:

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو غصہ اچھا ہے، مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی برمحل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ بُرا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

## غصہ کا علاج:

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کو چاہئے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ جلد 2 ص 434 مجتبائی)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آ جائے تو آدمی کو چاہئے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تا کہ غصہ ختم ہو جائے۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 434)

## حسد:

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا آسودہ حال دیکھ کر دل جلانا اور اس کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا۔ اس خراب جذبہ کا نام ”حسد“ ہے۔ یہ بہت ہی خبیث عادت اور نہایت ہی بری بلا، اور گناہ عظیم ہے۔ حسد کرنے والے کی ساری زندگی جلن اور گھٹن کی آگ میں جلتی رہتی ہے اور اسے چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ حسد کرنے والے کے حسد سے آپ خدا کی پناہ مانگتے رہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

(احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 187 مصری)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اور اے اللہ عزوجل کے بندو تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (احیاء العلوم ج 3 صفحہ 187)

حسد اس لئے بہت بڑا گناہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ عزوجل پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں آدمی اس نعمت کے قابل نہیں تھا۔ اس کو یہ نعمت کیوں دی ہے؟ اب تم خود ہی سمجھ لو کہ اللہ عزوجل پر کوئی اعتراض کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

☆……درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو غصہ اچھا ہے۔

دوست کو اپنے حال سے اتنا ہی واقف کرو کہ اگر وہ دشمن بھی ہو جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے۔

## حسد کا علاج:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت ونعمت برباد نہیں ہو سکتی۔ اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میرے حسد سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ بلکہ میرے حسد کا نقصان دین ودنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ مخواہ دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں۔ اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور میں اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین وایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ عزوجل علیم وحکیم ہے۔ جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ عزوجل اس کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اللہ عزوجل کے نزدیک چونکہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چونکہ ان کا اہل نہیں تھا اس لئے اللہ عزوجل نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی۔

(احیاء العلوم ج 3 صفحہ 196 مصری)

> ☆...... حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت ونعمت برباد نہیں ہو سکتی۔

## لالچ:

یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت خراب عادت ہے اللہ عزوجل کی طرف سے بندے کو جو رزق ونعمت اور مال ودولت یا جاہ ومرتبہ ملا ہے اس پر راضی ہو کر قناعت کر لینا چاہئے۔ دوسروں کی دولتوں اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر خود بھی اس کو حاصل کرنے کے پھیر میں پریشان حال رہنا اور غلط وصحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنا۔ یہی جذبہ حرص ولالچ کہلاتا ہے اور حرص وطمع درحقیقت انسان کی ایک پیدائشی خصلت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو میدان بھر کر سونا ہو جائے تو پھر وہ ایک تیسرے میدان کو طلب کرے گا کہ وہ بھی سونے سے بھر جائے اور ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص اس سے توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 450 مجتبائی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک امید دوسری مال کی محبت۔

(احیاء العلوم ج 3 صفحہ 238 وغیرہ)

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک، لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت، غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو حرص وطمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے۔

## لالچ کا علاج:

اس قلبی مرض کا علاج صبر وقناعت ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجا لائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بدنصیبی، یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص ولالچ کا اندھیرا بادل چھٹ جائے گا۔

## کنجوسی:

بخیلی بہت ہی منحوس خصلت ہے۔ بخیل مال رکھتے ہوئے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے، وطن اور سفر ہر جگہ ہر حال میں ہر چیز میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے اور کوئی بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سخی اللہ عزوجل سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے انسانوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ عزوجل سے دور ہے، جنت سے دور ہے، انسانوں سے دور ہے، جہنم سے قریب ہے اور یقیناً سخی جاہل، عبادت گزار بخیل سے زیادہ اللہ عزوجل کو پیارا ہے۔ (مشکوٰۃ ج 1 صفحہ 165 مجتبائی)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ جلد 1 صفحہ 165 مجتبائی)

اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو دونوں ایک ساتھ مومن میں اکٹھا جمع نہیں ہوں گی۔ ایک کنجوسی اور دوسری بداخلاقی۔ (مشکوٰۃ ج 1 صفحہ 165 مجتبائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں بری ہیں اور یہ دونوں بری خصلتیں مومن میں ایک ساتھ نہیں پائی جائیں گی۔ مومن اگر بخیل ہوگا تو بداخلاق نہیں ہوگا۔ اور اگر بداخلاق ہوگا تو بخیل نہیں ہوگا۔ اور اگر تم کسی ایسے منحوس آدمی کو دیکھو کہ وہ بخیل بھی ہے اور بداخلاق بھی ہے تو سمجھ لو کہ اس کے ایمان میں کچھ فتور ضرور ہے اور یہ کامل درجے کا مسلمان نہیں ہے۔

## بخیل کا علاج:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کنجوسی ایک ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج بے حد دشوار ہے خصوصاً بڈھا آدمی اگر بخیل ہو تو وہ تقریباً لاعلاج ہے اور کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے۔ جب تک مال کی محبت دل سے زائل نہیں ہوگی۔ کنجوسی کی بیماری رفع نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی اس کے دو علاج بہت ہی کامیاب اور کارآمد ہیں اور وہ یہ ہیں اول یہ کہ آدمی یہ سوچے کہ مال کے مقاصد کیا ہیں؟ اور میں کس لئے پیدا کیا گیا ہوں؟ اور مجھے دنیا میں مال جمع کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عالم آخرت کے لئے بھی ذخیرہ جمع کرنا چاہئے۔ جب یہ خیال دل میں جم جائے گا تو پھر دل میں دنیا کی بے ثباتی اور عالم آخرت کا دھیان پیدا ہوگا اور ناگہاں دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو جائے گا کہ دنیا سے اور دنیا کے مال واسباب سے بے رغبتی اور نفرت پیدا ہونے لگے گی پھر بخیلی اور کنجوسی کی بیماری خود بخود دفع ہو جائے گی اور جذبہ سخاوت اس طرح پیدا ہو جائے گا کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے اس کو لذت محسوس ہونے لگے گی۔

اور دوسرا علاج یہ ہے کہ بخیلوں اور سخی لوگوں کی حکایات پڑھے اور عالموں سے بکثرت اس قسم کے واقعات سنتا رہے کہ بخیلوں کا انجام کتنا برا ہوا ہے اور سخی لوگوں کا انجام کتنا اچھا اچھا ہوا ہے۔ اس قسم کے واقعات وحکایات پڑھتے پڑھتے، سنتے سنتے بخیلی سے نفرت اور سخاوت کی رغبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور

ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے اور رعب دبدبہ جاتا رہتا ہے۔ یہ موت سے غفلت کا نشان ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

رفتہ رفتہ کنجوسی کا مرض زائل ہو جاتا ہے۔

(احیاء العلوم ج3 صفحہ 262 وغیرہ)

**تکبر:**

یہ شیطانی خصلت اتنی بری اور اس قدر تباہ کن عادت ہے کہ یہ بھوت بن کر جس انسان کے سر پر سوار ہو جائے سمجھ لو کہ اس کی دنیا و آخرت کی تباہی یقینی ہے۔ شیطان اپنی اس منحوس خصلت کی وجہ سے مردود بارگاہ الٰہی ہوا۔ اور خداوند قہر و جبار نے لعنت کا طوق اس کے گلے میں پہنا کر اس کو جنت سے نکال دیا۔

تکبر کے معنی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔ یہی جذبہ شیطان ملعون کے دل میں پیدا ہو گیا تھا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو فرشتے چونکہ تکبر کی نحوست سے پاک تھے۔ سب فرشتوں نے سجدہ کر لیا لیکن شیطان کے سر میں تکبر کا سودا سمایا ہوا تھا اس نے اکڑ کر کہہ دیا کہ۔

ترجمہ:۔ ''میں حضرت آدم (علیہ السلام) سے اچھا ہوں۔ اے اللہ (عزوجل)! تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔''

اس ملعون نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے سے حقیر سمجھا اور سجدہ نہیں کیا۔

یاد رکھو کہ جس آدمی میں تکبر کی شیطانی خصلت پیدا ہو جائے گی اس کا وہی انجام ہوگا جو شیطان کا ہوا کہ وہ دونوں جہاں میں خداوند قہار و جبار کی پھٹکار سے مردود اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

یاد رکھو کہ تکبر خدا کو بے حد ناپسند ہے اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں داخل ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ ج2 صفحہ 433 مجتبائی)

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ میدان محشر میں تکبر کرنے والوں کو اس طرح لایا جائے گا کہ ان کی صورتیں تو انسانوں کی ہوں گی مگر ان کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور ذلت و رسوائی میں یہ گھرے ہوئے ہوں گے اور یہ لوگ گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لائے جائیں گے اور جہنم کے اس جیل خانہ میں قید کر دیئے جائیں گے۔ جس کا نام ''بولس'' (ناامیدی) ہے اور وہ ایسی آگ میں جلائے جائیں گے جو تمام آگوں کو جلا دے گی جس کا نام ''نارالانیار'' ہے اور ان لوگوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ جلد2 صفحہ 433)

پیاری بہنو اور عزیز بھائیو! کان کھول کر سن لو کہ تم لوگ جو کھانے، کپڑے، چال چلن، مکان، سامان، تہذیب و تمدن، مال و دولت ہر چیز میں اپنے کو دوسروں سے اچھا اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھتے رہتے ہو۔ اسی طرح بعض علماء اور بعض عبادت گزار علم و عبادات میں اپنے کو دوسروں سے بہتر اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھ کر اکڑتے ہیں۔ یہی تکبر ہے خدا کے لئے اس شیطانی عادت کو چھوڑ دو اور تواضع و انکساری کی عادت ڈالو۔ یعنی دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو ہر چیز میں دوسروں سے کمتر سمجھو۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے لئے تواضع و انکساری کرے گا اللہ عزوجل اس کو بلند فرما دے گا۔ وہ خود کو چھوٹا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل تمام انسانوں کی نگاہوں میں اس کو عظمت والا بنا دے گا اور جو شخص گھمنڈ اور تکبر کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کو پست کر دے گا وہ خود کو بڑا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل اس کو تمام انسانوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل بنا دے گا۔

**گھمنڈ کا علاج:**

گھمنڈ اور تکبر کا علاج یہ ہے کہ غریبوں اور مسکینوں کی صحبت میں رہنے لگے اور ان لوگوں کی خدمت کرے۔ تواضع و انکساری کا طریقہ اختیار کرے اور اپنے دل میں یہ ٹھان لے کہ میں ہر مسلمان کی تعظیم اور اس کا اعزاز و اکرام کروں گا۔ خواہ اس کے کپڑے کتنے ہی میلے کیوں نہ ہوں میں اس کو اپنے برابر بیٹھاؤں گا اور ہر وقت اس کا دھیان رکھے کہ خداوند کریم کا شکر ہے کہ مجھ کو اس نے دوسروں سے اچھا بنا دیا ہے لیکن وہ جب چاہے مجھ کو سارے جہاں سے بدتر بنا سکتا ہے۔ اپنی کمتری اور کوتاہی کا خیال اگر دل میں جم گیا تو تکبر کا بھوت لاکھوں کوس دور بھاگ جائے گا۔

**چغلی:**

یعنی کسی کی بات سن کر کسی دوسرے سے اس طور پر کہہ دینا کہ دونوں میں اختلاف اور جھگڑا لڑائی ہو جائے۔ یہ بہت بڑا گناہ اور بہت خراب عادت ہے۔ تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ حدیث شریف میں چغل خوری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں داخل ہوگا اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ وہ ہے جو ادھر ادھر کی باتوں میں لگائی بجھائی کر کے مسلمان بھائیوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈالتا ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمان رسول ﷺ ہے کہ چغل خور کو آخرت سے پہلے اس کی قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ چغلی کی برائی کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

(احیاء العلوم جلد3 صفحہ 155)

مسلمان بھائیو اور بہنو! کسی کی کوئی بات سنو تو خوب سمجھ لو کہ تم اس بات کے امین ہو گئے۔ اگر دوسروں تک اس بات کے پہنچانے میں کوئی دین و دنیا کا فائدہ ہو جب تو تم ضرور اس بات کا چرچا کرو، لیکن اگر اس بات کو دوسروں تک پہنچانے میں دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا اندیشہ ہو تو خبردار۔ خبردار ہرگز کبھی بھی اس بات کا نہ چرچا کرو نہ کسی دوسرے سے کہو ورنہ تم پر امانت میں خیانت کرنے اور چغل خوری کا گناہ ہوگا اور اس گناہ کا دنیا میں بھی تم پر یہ وبال پڑے گا کہ تم سب کی نگاہوں میں بے وقار اور ذلیل و خوار ہو جاؤ گے اور آخرت میں بھی عذاب جہنم کے حق دار ٹھہرو گے۔

**غیبت:**

کسی کو غائبانہ برا کہنا، یا پیٹھ پیچھے اس کا کوئی عیب بیان کرنا یہی غیبت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے۔ صحابہ نے کہا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ جاننے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کی ان باتوں کو بیان کرنا جن کو وہ ناپسند سمجھتا ہے۔ یہی غیبت ہے تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ بتائیے کہ اگر میرے اس دینی بھائی میں واقعی وہ باتیں موجود ہوں۔ تو کیا ان باتوں کا ذکر کرنا بھی غیبت کہلائے گا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر اس کے اندر وہ باتیں واقعی ہوں گی جبھی تو تم اس کی غیبت کرنے والے کہلاؤ گے اور اگر اس میں وہ باتیں نہ ہوں اور تم اپنی طرف سے گھڑ کر کہو گے جب تو تم اس پر بہتان لگانے والے ہو جاؤ گے جو ایک دوسرا گناہ کبیرہ ہے جس کا کرنے والا جہنم کا ایندھن بنے گا۔ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان صفحہ 412)

یاد رکھو کہ غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ''غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے۔''

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان صفحہ 415)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میں نے

☆...... حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کنجوسی ایک ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج بے حد دشوار ہے خصوصاً بڈھا آدمی اگر بخیل ہو تو وہ تقریباً لاعلاج ہے اور کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے۔ جب تک مال کی محبت دل سے زائل نہیں ہوگی۔ کنجوسی کی بیماری رفع نہیں ہو سکتی۔

معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو کھرچ کھرچ کر نوچ رہے ہیں میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کی غیبت اور آبرو ریزی کیا کرتے تھے۔

(احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 141)

یاد رکھو کہ پیٹھ پیچھے کسی آدمی کی ان باتوں کو بیان کرنا جن کو وہ پسند نہیں کرتا یہ غیبت ہے خواہ اس کا کوئی ظاہری عیب ہو یا باطنی، اس کا پیدائشی عیب ہو یا اس کا اپنا پیدا کیا ہوا عیب ہو، اس کے بدن، اس کے کپڑوں، اس کے خاندان و نسب، اس کے اقوال و افعال، چال ڈھال، اس کی بول چال غرض کسی عیب کو بھی بیان کرنا یا طعنہ مارنا یہ سب غیبت ہی میں داخل ہے۔ لہٰذا اس غیبت کے گناہ سے ہر مسلمان مرد و عورت کو بچنا لازم اور ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔'' (حجرات)

مطلب یہ ہے کہ غیبت اس قدر گناہ اور گھناؤنا گناہ ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا تو جس طرح تم ہرگز ہرگز کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کی لاش کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاؤ۔ اسی طرح ہرگز ہرگز کبھی کسی کی غیبت مت کیا کرو۔

## کن کن لوگوں کی غیبت جائز ہے؟:

حضرت علامہ ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی (متوفی 676ھ) نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ شرعی اغراض و مقاصد کے لئے کسی کی غیبت کرنی جائز اور مباح ہے اور اس کی چھ صورتیں ہیں۔

اول:۔ مظلوم کا حاکم کے سامنے کسی ظالم کے ظالمانہ عیوب کو بیان کرنا، تاکہ اس کی دادرسی ہو سکے۔

دوم:۔ کسی شخص کی برائیوں کو روکنے کے لئے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی برائیوں کو بیان کرنا تاکہ وہ اپنے رعب داب سے اس شخص کو برائیوں سے روک دے۔

سوم:۔ مفتی کے سامنے فتویٰ طلب کرنے کے لئے کسی کے عیوب کو پیش کرنا۔

چہارم:۔ مسلمانوں کو شر و فساد اور نقصان سے بچانے کے لئے کسی کے عیوب کو بیان کر دینا مثلاً جھوٹے راویوں، جھوٹے گواہوں، بدمذہبوں کی گمراہیوں، جھوٹے مصنفوں اور واعظوں کے جھوٹ اور ان لوگوں کے مکر و فریب کو لوگوں سے بیان کر دینا۔ تاکہ لوگ گمراہی کے نقصان سے بچ جائیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے بارے میں مشورہ کرنے والے سے فریق ثانی کے واقعی عیبوں کو بتا دینا یا خریداروں کو نقصان سے بچانے کے لئے سامان یا سودا بیچنے والے کے عیوب سے لوگوں کو آگاہ کر دینا۔

پنجم:۔ جو شخص علی الاعلان فسق و فجور اور قسم قسم کے گناہوں کا مرتکب ہو۔ مثلاً چور، ڈاکو، زنا کار، خیانت کرنے والا، ایسے اشخاص کے عیوب کو لوگوں سے بیان کر دینا، تاکہ لوگ نقصان سے محفوظ رہیں اور ان لوگوں کے پھندوں میں نہ پھنسیں۔

ششم:۔ کسی شخص کی پہچان کرانے کے لئے اس کے کسی مشہور عیب کو اس کے نام کے ساتھ ذکر کر دینا۔ جیسے حضرات محدثین کا طریقہ ہے کہ ایک ہی نام کے چند راویوں میں امتیاز اور ان کی پہچان کے لئے اَعمش (چندھا) اعرج (لنگڑا) اعمیٰ (اندھا) احوال (بھینگا) وغیرہ عیبوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ جس کا مقصد ہرگز ہرگز نہ توہین و تنقیص ہے نہ ایذا رسانی۔ بلکہ اس کا مقصد صرف راویوں کی شناخت اور ان کی پہچان کا نشان بتانا ہے۔ (نواوی علی المسلم صفحہ 322)

اوپر ذکر کی ہوئی صورتوں میں چونکہ کسی کے عیبوں کو بیان کر دینا ہے اس لئے بلاشبہ یہ غیبت تو ہے لیکن ان صورتوں میں شریعت نے جائز رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کی غیبت کر دے تو نہ کوئی حرج ہے نہ کوئی گناہ بلکہ بعض صورتوں میں اس قسم کی غیبت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایسے موقعوں پر کہ اگر تم نے کسی کے عیب کو نہ بیان کر دیا تو کسی مسلمان کے نقصان میں پڑ جانے کا یقین یا غالب گمان ہو۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان رقم لے کر جا رہا ہو اور ایک سفید پوش ڈاکو تسبیح و مصلّٰی لئے ہوئے بزرگ بنا ہوا اس مسلمان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو اور مسلمان بالکل ہی اس ڈاکو کے بارے میں لاعلم ہو اور تم کو یقین ہے کہ یہ ڈاکو ضرور ضرور اس بھولے بھالے مسلمان کو دھوکا دے کر لوٹ لے گا اور تم اس ڈاکو کے عیب کو جانتے ہو تو اس صورت میں ایک بھولے بھالے مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لئے ڈاکو کے عیب کو اس مسلمان سے بیان کر دینا تم پر واجب ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش می مانی گناہ است

یعنی تم اگر دیکھو کہ ایک اندھا جا رہا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے تو تم پر لازم ہے کہ اندھے کو بتا دو کہ تیرے آگے کنواں ہے اس سے بچ کر چل۔ اور اگر تم اس کو دیکھ کر چپ رہ گئے۔ اور اندھا کنوئیں میں گر پڑا تو یقیناً تم گناہ گار ٹھہرو گے۔

## بہتان:

جھوٹ موٹ اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر کوئی الزام یا عیب لگانا اس کو افترا، تہمت اور بہتان کہتے ہیں۔ یہ بہت خبیث اور ذلیل عادت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ خاص کر کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کاری کی تہمت لگانا یہ تو اتنا بڑا گناہ ہے کہ شریعت کے قانون میں اس شخص کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور عمر بھر کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن یہ شخص دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔

## جھوٹ:

یہ وہ گندی گھناؤنی اور ذلیل عادت ہے کہ دین و دنیا میں جھوٹے کا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ جھوٹا آدمی ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے اور ہر مجلس اور ہر انسان کے سامنے بے وقار اور بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین یعنی کان کھول کر سن لو کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے اور وہ خدا کی رحمتوں سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں اور بہت سی حدیثوں میں جھوٹ کی برائیوں کا بیان ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اس لعنتی عادت سے زندگی بھر بچتا رہے بہت سے ماں باپ بچوں کو چپ کرانے کے لئے ڈرانے کے طور پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ چپ رہو گھر میں ''ماؤں'' بیٹھا ہے یا چپ رہو صندوق میں لڈو رکھے ہوئے ہیں تم روؤ گے تو سب لڈو دھول مٹی ہو جائیں گے۔ حالانکہ نہ گھر میں ''ماؤں'' ہوتا ہے نہ صندوق میں لڈو ہوتا ہے نہ رونے سے لڈو دھول مٹی ہو جاتا ہے تو خوب سمجھ لو یہ سب بھی جھوٹ ہی ہے۔ اس قسم کی بولیاں بول کر ماں باپ گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور اس قسم کی باتوں کو لوگ جھوٹ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یقیناً ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے اور ہر جھوٹ حرام ہے خواہ بچے سے جھوٹی بات کہو یا بڑے سے۔ آدمی سے جھوٹی بات کہو یا جانور سے۔ جھوٹ بہر حال

☆......حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے لئے تواضع و انکساری کرے گا اللہ عزوجل اس کو بلند فرما دے گا۔ وہ خود کو چھوٹا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل تمام انسانوں کی نگاہوں میں اس کو عظمت والا بنا دے گا۔

جھوٹ ہے اور جھوٹ حرام ہے۔

### کب اور کون سا جھوٹ جائز ہے:

کافر یا ظالم سے اپنی جان بچانے کے لئے یا دو مسلمانوں کو جنگ سے بچانے اور صلح کرانے کے لئے اگر کوئی جھوٹی بات بول دے تو شریعت نے اس کی رخصت دی ہے۔ مگر جہاں تک ہو سکے اس موقع پر بھی ایسی بات بولے اور ایسے الفاظ منہ سے نکالے کہ کھلا ہوا جھوٹ نہ ہو بلکہ کسی معنی کے لحاظ سے وہ صحیح بھی ہو اس کو عربی زبان میں "توریہ" کہتے ہیں۔ مثلاً ڈاکو نے تم سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال ہے کہ نہیں؟" اور تم کو یقین ہے کہ اگر میں اقرار کرلوں گا تو ڈاکو مجھے قتل کر کے میرا مال لوٹ لے گا تو اس وقت تم یہ کہہ دو کہ "میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔" اور نیت یہ کر لو کہ میری جیب یا میرے ہاتھ میں کوئی مال نہیں ہے بکس یا جھولے میں ہے تو اس معنی کے لحاظ سے تمہارا یہ کہنا کہ "میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔" یہ سچ ہے اور اس معنی کے لحاظ سے کہ میری ملکیت میں کوئی مال نہیں ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ اسی قسم کے الفاظ کو عربی میں "توریہ" کہا جاتا ہے۔ اور جہاں جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں فلاں موقعوں پر مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ "توریہ" کے الفاظ بولے۔ اور اگر کھلا ہوا جھوٹ بولنے پر کوئی مسلمان مجبور کر دیا جائے تو اس کو لازم ہے کہ وہ دل سے اس جھوٹ کو برا جانتے ہوئے جان و مال کو بچانے کے لئے صرف زبان سے جھوٹ بول دے اور اس سے توبہ کرے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

### عیب جوئی:

ادھر ادھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چھپ چھپ کر سننا یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا۔ یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے۔ دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے ایسا کرنے والوں کے کانوں اور آنکھوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ قرآن مجید میں اور حدیثوں میں خداوند قدوس اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کسی کے عیبوں کو تلاش کرنا حرام اور گناہ ہے۔" مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا پیاری بہنو! تم اس گناہ سے خود بھی بچو اور دوسری عورتوں کو بھی بچاؤ۔

### گالی گلوچ:

اس گندی عادت کی برائی ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے۔ یقیناً پھوہڑ اور فحش الفاظ اور گندے کلاموں کا بولنا یہ کمینوں اور ذلیل لوگوں کا طریقہ ہے۔ اور شریعت میں حرام و گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سباب المسلم فسوق یعنی کسی مسلمان سے گالی گلوچ کرنا یہ فاسق کا کام ہے۔

آج کل عورت و مرد بھی اس بلا میں مبتلا ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑوں کی فحش کلامیوں اور گالیوں کو سن کر بچے بھی گندی اور پھوہڑ گالیاں بکنے لگتے ہیں اور پھر بچپن سے بڑھاپے تک اس گندی عادت میں گرفتار رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ کبھی ہرگز ہرگز گالیاں اور گندے الفاظ منہ سے نہ نکالیں۔ کون نہیں جانتا کہ کبھی کبھی گالی گلوچ کی وجہ سے خوں ریز لڑائیاں ہو جایا کرتی ہیں اور مسلمانوں کی جان و مال کا عظیم نقصان ہو جایا کرتا ہے اس لئے مسلم معاشرہ کو تباہ کرنے میں بدزبانوں اور گالیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا اس عادت کو ترک کر دینا بے حد ضروری ہے خاص کر عورتوں کو اپنی سسرال میں اس کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔ کیوں کہ سینکڑوں عورتوں کو طلاق ان کی بدزبانیوں اور گالیوں کی وجہ سے ہو جایا کرتی ہے اور پھر میکہ اور سسرال والوں میں مستقل جھگڑوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اور دونوں خاندان تباہی و بربادی کے غار میں گر کر ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔

### فضول بکواس:

مردوں اور عورتوں کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بری عادت بہت زیادہ بولنا اور فضول بکواس ہے۔ کم بولنا اور ضرورت کے مطابق بات چیت یہ بہت ہی پسندیدہ عادت ہے۔ ضرورت سے زیادہ بات اور فضول کی بکواس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں جس سے بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور شر و فساد کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اللہ عزوجل کو یہ ناپسند ہے کہ بلا ضرورت قیل اور قال اور فضول اقوال آدمی کی زبان سے نکلیں۔" اسی طرح کثرت سے لوگوں کے سامنے کسی چیز کا سوال کرتے رہنا اور فضول کاموں میں اپنے مالوں کو برباد کرنا یہ بھی اللہ عزوجل کو ناپسند ہے یہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی زبانوں کو فضول باتوں سے ہمیشہ بچائے رکھو کیوں کہ بہت سی فضول باتیں ایسی بھی زبانوں سے نکل جاتی ہیں جو بولنے والوں کو جہنم میں پہنچا دیتی ہیں۔ اسی لئے تمام بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ تین عادتوں کو لازم پکڑو۔ کم بولنا، کم سونا، کم کھانا، کیوں کہ زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا۔ یہ عادتیں بہت ہی خراب ہیں اور ان عادتوں کی وجہ سے انسان دین و دنیا میں ضرور نقصان اٹھاتا ہے۔

### ناشکری:

خداوند کریم کے انعاموں اور انسانوں کے احسانوں کی ناشکری اس منحوس اور بری عادت میں نوے فیصد مرد و عورت گرفتار ہیں۔ بلکہ عورتیں تو ننانوے فیصد اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ذرا کسی گھرانے کو یا کسی عورت کے کپڑوں یا زیورات کو اپنے سے خوش حال اور اچھا دیکھ لیا تو خدا کی ناشکری کرنے لگتی ہیں اور کہنے لگتی ہیں کہ خدا نے ہمیں نہ معلوم کس جرم کی سزا میں مفلس اور غریب بنا دیا۔ خدا کا ہم پر کوئی فضل ہی نہیں ہوتا۔ میں نگوڑی ایسے پھوٹے کرم لے کر آئی ہوں کہ نہ میکے میں سکھ نصیب ہوا نہ سسرال میں ہی کچھ دیکھا۔ فلانی فلانی گھی دودھ میں نہا رہی ہیں۔ اور میں فاقوں سے مر رہی ہوں۔ اسی طرح عورتوں کی عادت ہے کہ اس کا شوہر اپنی طاقت بھر کپڑے، زیورات، ساز و سامان دیتا رہتا ہے۔ لیکن اگر کبھی کسی مجبوری سے عورت کی کوئی فرمائش پوری نہیں کر سکا تو عورتیں کہنے لگتی ہیں کہ تمہارے گھر میں ہائے ہائے کبھی سکھ نصیب نہیں ہوا۔ اس اجڑے گھر میں ہمیشہ تنگی بھوک ہی رہ گئی کبھی بھی تمہاری طرف سے میں نے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ میری قسمت پھوٹ گئی جو تمہارے جیسے فقیر سے بیاہی گئی میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا۔ اس قسم کی ناشکری کرتی اور جلی کٹی باتیں سناتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کو دیکھی تو صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں زیادہ تعداد میں جہنمی ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ عورتیں ایک دوسرے پر بہت زیادہ لعنت ملامت کرتی رہتی ہیں اور ناشکری کرتی رہتی ہیں۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ کیا عورتیں ناشکری کیا کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں احسان کی ناشکری کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔ ان عورتوں کی یہ عادت ہے کہ تم پوری زندگی

**☆......جو شخص گھمنڈ اور تکبر کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کو پست کر دے گا وہ خود کو بڑا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل اس کو تمام انسانوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل بنا دے گا۔**

طلب علم کی حالت میں مرنا شہادت ہے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

بھر میں ان کے ساتھ احسان کرتے رہو لیکن اگر کبھی کچھ بھی کمی دیکھیں گی تو یہی کہہ دیں گی کہ میں نے کبھی بھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 9 وغیرہ)

عزیز بہنو! سن لو خدا کے انعاموں اور شوہر یا دوسروں کے احسانوں کی ناشکری بہت ہی خراب عادت اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنوں سے کمزور اور گری ہوئی حالت والوں کو دیکھا کرے کہ اگر میرے پاس گھٹیا کپڑے اور زیور ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ فلاں اور فلانی سے تو ہم بہت ہی اچھی حالت میں ہیں کہ ان لوگوں کو بدن ڈھانپنے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے بھی نصیب نہیں ہوتے اسی طرح اگر میرے شوہر نے میرے لئے معمولی غذا کا انتظام کیا ہے تو اس پر بھی شکر ہے کیوں کہ فلانی فلانی عورتیں تو فاقہ کیا کرتی ہیں۔ بہر حال اگر تم اپنے سے کمزوروں اور غریبوں پر نظر رکھو گے تو شکر ادا کرو گے اور اگر تم اپنے سے مالداروں پر نظر کرو گی تو تم ناشکری کی بلا میں پھنس کر اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر ڈالو گی اس لئے لازم ہے کہ ناشکری کی عادت چھوڑ کر ہمیشہ خدا کے انعاموں اور شوہر وغیرہ کے احسانوں کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''اگر تم شکر ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو زیادہ سے زیادہ نعمتیں دیتا رہوں گا۔''

ترجمہ:۔ ''اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔''

اس آیت نے اعلان کر دیا کہ شکر ادا کرنے سے خدا کی نعمتیں بڑھتی ہیں اور ناشکری کرنے سے خدا کا عذاب اتر پڑتا ہے۔

## جھگڑا تکرار:

بات بات پر ساس سسر اور بہو یا شوہر یا عام مسلمان مردوں اور عورتوں سے جھگڑا تکرار کر لینا۔ یہ بھی بہت بری عادت اور گناہ کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھگڑالو آدمی خدا کو بے حد ناپسند ہے۔ اس لئے اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے یا مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولیت اور معقول گفتگو سے معاملات کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔ جھگڑے تکرار کی عادت کمینوں اور بدتہذیب لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ عادت انسان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ کیوں کہ جھگڑالو آدمی کا کوئی بھی دوست نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر شخص کی نگاہوں میں قابل نفرت ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے جھگڑے کے ڈر سے اس کو منہ نہیں لگاتے اس سے بات نہیں کرتے۔

## کاہلی:

یہ ایسی منحوس عادت ہے کہ اس کی وجہ سے سینکڑوں دوسری خراب عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکان، سامان، کپڑوں اور بدن کی گندگی، برتنوں اور سامانوں کی بے ترتیبی، وقت پر کھانے پینے سے محرومی، شوہر اور سسرال والوں کی ناراضگی، بچوں کا پھوہڑ پن، طرح طرح کی بیماریاں وغیرہ وغیرہ یہ ساری بلائیں اور مصیبتیں اسی کاہلی کے سب انڈے بچے ہیں۔ اسی لئے اس عادت کو ہرگز ہرگز اپنے قریب نہیں آنے دینا چاہئے بلکہ دینی و دنیاوی کاموں میں ہر وقت چاق چوبند ہو کر لگے رہنا چاہئے۔ خوب یاد رکھو! کہ محنتی آدمی ہر شخص کا پیارا ہوتا ہے۔ اور کاہل آدمی ہر ایک در سے پھٹکارا جاتا ہے اور ہر کام میں مار پڑتی ہے۔ کاہل آدمی نہ دنیا کا کام کر سکتا ہے اور نہ دین کا۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ:

اللھم انی اعوذبک من الکسل

ترجمہ:۔ اے اللہ (عزوجل)! میں کاہلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

## ضد:

اپنی کسی بات پر اس طرح اڑ جانا کہ کوئی لاکھ سمجھائے مگر کسی کی بات اور سفارش قبول نہ کرے۔ اس بری خصلت کا نام ''ضد'' ہے۔ یہ اس قدر خراب اور منحوس عادت ہے کہ آدمی کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ ایسے آدمی کو دنیا میں سب لوگ ''ضدی'' اور ''ہٹ دھرم'' کہنے لگتے ہیں۔ اور کوئی بھی اس کو منہ لگانے اور اس سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہی وہ خبیث عادت تھی جس نے ابوجہل کو جہنم میں دھکیل دیا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں نے اس کو لاکھوں مرتبہ سمجھایا۔ اور اس نے شق القمر اور کنکریوں کے کلمہ پڑھنے کا معجزہ بھی دیکھ لیا مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور ایمان نہیں لایا۔ قرآن و حدیث میں یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اپنے بزرگوں اور مخلص دوستوں کا مشورہ ضرور مان لے۔ اور مسلمانوں کی جائز سفارشوں کو قبول کر کے اپنی رائے اور اپنی بات کو چھوڑ دے اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد ہرگز ہرگز اپنی رائے اور اپنی بات پر ضد کر کے اڑا نہ رہے۔ بہت سے آدمی خاص طور سے عورتیں اس بری عادت میں مبتلا ہیں۔ خدا کے لئے ان سب کو چاہئے کہ اس بری عادت کو چھوڑ کر دونوں جہان کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔

## بدگمانی:

بہت سے مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے دو آدمیوں کو الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھا کہ فوراً ان کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ضرور میرے شوہر کی فلانی عورت سے کچھ ساز باز ہے۔ اسی طرح شوہروں کا حال ہے کہ اگر ان کی بیویاں میکے میں زیادہ ٹھہر گئیں یا میکہ کے رشتہ داروں سے بات یا ان کی خاطر و مدارت کرنے لگیں تو شوہروں کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ میری بیوی فلاں فلاں مردوں سے محبت کرتی ہے کہیں کوئی بات تو نہیں ہے۔ بس اس بدگمانی میں طرح طرح کی جستجو اور ٹوہ لگانے کی فکر میں مبتلا ہو کر دن رات دماغ میں الم غلم قسم کے خیالات کی کھچڑی پکانے لگتے ہیں اور کبھی کبھی رائی کا پہاڑ اور پھانس کا بانس بنا ڈالتے ہیں۔

پیاری بہنو اور بھائیو! یاد رکھو کہ بدگمانیوں کی یہ عادت بہت بری بلا، اور بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''بعض گمان گناہ ہیں۔''

لہٰذا جب تک کھلی ہوئی دلیل سے تم کو کسی بات کا یقین نہ ہو جائے ہرگز ہرگز محض بے بنیاد گمانوں سے کوئی رائے قائم نہ کر لیا کرو۔

## کان کا کچا:

بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ خراب عادت ہوا کرتی ہے کہ اچھا برا یا سچ جھوٹا جو آدمی بھی کوئی بات کہہ دے اس پر یقین کر لیتے ہیں اور بلا چھان بین اور تحقیقات کے اس بات کو مان کر اس پر طرح طرح کے خیالات و نظریات کا محل تعمیر کرنے لگتے ہیں یہ وہ عادت بد ہے کہ آدمی کو شکوک و شبہات کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے۔ اور خواہ مخواہ آدمی اپنے مخلص دوستوں کو دشمن بنا لیتا ہے اور خود غرض و فتنہ پرداز لوگ اپنی چالوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''جب کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے۔ تو تم خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو۔''

مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی خبر پر بھروسہ کر کے تم یقین مت کر لیا کرو۔ بلکہ خوب اچھی طرح تحقیقات اور چھان بین کر کے

☆......ادھر ادھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چھپ چھپ کر سننا یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا۔ یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے۔ دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔

اس دن پر افسوس کرو جو بغیر نیکی کے گزر گیا۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

خبروں پر اعتماد کرو۔ ورنہ تم سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ لہٰذا خبردار، خبردار کان کے کچے مت ہو۔ اور ہر آدمی کی بات سن کر بلا تحقیقات کئے نہ مان لیا کرو۔

## ریاکاری:

کچھ مردوں اور عورتوں کی یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ دین یا دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں۔ وہ شہرت، ناموری اور دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ اس خراب عادت کا نام ''ریاکاری'' ہے۔ اور یہ سخت گناہ کی بات ہے حدیث شریف میں ہے کہ ریاکاری کرنے والوں کو قیامت کے دن خدا کا منادی اس طرح میدان محشر میں پکارے گا کہ اے بدکار، اے بدعہد، اے ریاکار! تیرا عمل غارت ہوگیا اور تیرا اجر وثواب برباد ہوگیا۔ تو خدا کے دربار سے نکل جا اور اس شخص سے اپنا ثواب طلب کر جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا۔ (احیاء العلوم ج 3 صفحہ 294)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس عمل میں ذرہ بھر بھی ریاکاری کا شائبہ ہو اس عمل کو اللہ عزوجل قبول نہیں فرماتا ہے..... اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کو اللہ عزوجل نے ریاکاری کرنے والے قاریوں کے لئے تیار فرمایا ہے۔ (احیاء العلوم ج 3 صفحہ 394)

## تعریف پسندی:

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کردے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشاندہی کردے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو کہ اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اور اترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کر لو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن و حدیث کی مقدس تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو بے حد ناپسند ہے۔ اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے اردگرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کو مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خودغرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بے وقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کی خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہئے۔

# چند اچھی عادتیں

## حلم:

غصہ کو برداشت کر لینا۔ اور غصہ دلانے والی باتوں پر غصہ نہ کرنا اس کو حلم اور بردباری کہتے ہیں۔ یہ مسلمان کی بہت ہی بلند مرتبہ عادت ہے اور اس عادت والے کو خداوند قدوس دنیا و آخرت میں بڑے بڑے مراتب و درجات عطا فرماتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں رب العزت جل جلالہ نے فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''غصہ کو پی جانے والوں، اور لوگوں کو معاف کر دینے والوں اور اس قسم کے اچھے اچھے کام کرنے والوں کو اللہ عزوجل اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔''

اللہ اکبر! غصہ کو ضبط اور برداشت کرنے والوں کو خداوند قدوس اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ سبحان اللہ! کوئی بندہ یا بندی اللہ عزوجل کا محبوب اور پیارا بن جائے اس سے بڑھ کر اور کون سی دوسری نعمت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا پیاری بہنو اور بھائیو! تم اپنی یہ عادت بنا لو کہ کوئی کتنی ہی سخت بات تم کو کہہ دے مگر تم اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لو اور اگر غصہ آ جائے تو غصہ کو پی جاؤ اور ہرگز ہرگز اپنے غصہ کا اظہار نہ کرو۔ نہ کوئی انتقام لو۔ اگر تم نے یہ عادت ڈال لی تو پھر یقین کر لو کہ تم خدا اور اس کی تمام مخلوق کے پیارے بن جاؤ گے اور خداوند کریم بڑے بڑے درجات و مراتب کا تم کو تاج پہنا کر نیک بختی اور خوش نصیبی کا تاجدار بنا دے گا۔

## تواضع وانکساری:

اپنے کو دوسروں سے چھوٹا اور کمتر سمجھ کر دوسروں کی تعظیم و تکریم کے ساتھ خاطر و مدارت کرنی اس عادت کو تواضع اور انکساری کہتے ہیں۔ یہ نیک عادت درحقیقت جوہر نایاب ہے کہ اللہ عزوجل جس کو اس عادت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے گویا اس کو خیر کثیر کا خزانہ عطا فرما دیتا ہے جو شخص ہر ایک کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھے گا وہ ہمیشہ گھمنڈ اور تکبر کی شیطانی خصلت سے بچا رہے گا اور اللہ عزوجل اس کو دونوں جہاں میں سربلندی اور عزت و عظمت کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''جو شخص اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے تواضع اور انکساری کی خصلت اختیار کرے گا اللہ عزوجل اس کو سربلندی عطا فرمائے گا۔''

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ:

''مجھ کو میرے پیر عارف خدا اور روشن دل شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ نے دریائی سفر میں کشتی پر یہ دو نصیحت فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے کو اچھا اور بڑا نہ سمجھو۔ اور دوسری یہ کہ دوسروں کو برا اور کمتر نہ سمجھو۔ بلکہ سب کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھ کر دوسروں کے سامنے تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرتے رہو اور خبردار ہرگز ہرگز کبھی بھی تکبر اور گھمنڈ کی شیطانی ڈگر پر چل کر دوسروں کو اپنے سے حقیر نہ سمجھو۔

یاد رکھو کہ تواضع اور عاجزی وانکساری کی عادت رکھنے والا آدمی ہر شخص کی نظروں میں عزیز ہو جاتا ہے۔ اور متکبر آدمی سے ہر شخص نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو لازم ہے کہ تواضع کی عادت اختیار کرے اور کبھی بھی ہرگز تکبر اور گھمنڈ نہ کرے۔

## عفو و درگزر:

اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کر بیٹھے یا ایذا پہنچائے یا کسی سے کوئی خطا یا قصور ہو جائے یا تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچائے تو بدلہ و انتقام لینے کی بجائے اس کو معاف کر دینا یہ قرآن مجید کا مقدس حکم اور رسولوں کا مبارک طریقہ ہے۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا ''لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دو اور درگزر کی خصلت اختیار کرو۔'' ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے ان مجرموں اور خطا کاروں کو جنہوں نے برسوں تک آپ پر طرح طرح کے ظلم کئے تھے۔ فتح مکہ کے دن جب یہ سب مجرمین آپ کے سامنے لرزتے اور کانپتے ہوئے آئے تو آپ نے ان سب مجرموں کی خطاؤں کو معاف فرما دیا اور کسی سے بھی

☆..... حدیث شریف میں ہے کہ جھگڑالو آدمی خدا کو بے حد ناپسند ہے۔ اس لئے اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے یا مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولیت اور معقول گفتگو سے معاملات کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔

کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ تمام کفار مکہ نے اس اخلاق محمدی ﷺ سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھ لیا۔

عزیز بھائیو اور پیاری بہنو! تم بھی اپنی یہی عادت بنالو کہ گھر میں یا گھر کے باہر ہر جگہ لوگوں کے قصور کو معاف کر دیا کرو۔ اس سے لوگوں کی نظروں میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا اور خداوند کریم بھی تم پر مہربان ہو کر تمہاری خطاؤں کو بخش دے گا۔

**صبر و شکر:**

مصیبتوں اور جسمانی و روحانی تکلیفوں پر اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ نہ زبان سے کوئی برا لفظ نکلے۔ نہ گھبرا گھبرا کر اور پریشان حال ہو کر ادھر ادھر بھٹکتا اور بھاگتا پھرے بلکہ بڑی سے بڑی آفتوں اور مصیبتوں کے سامنے عزم و استقلال کے ساتھ جم کر ڈٹے رہنا۔ اس کا نام ''صبر'' ہے۔ صبر کا کتنا بڑا ثواب اور اجر ہے۔ اس کو بچہ بچہ جانتا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند کریم کا فرمان ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ عزوجل کی مدد ہوا کرتی ہے۔'' اور خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''اے محبوب! آپ اسی طرح صبر کریں جس طرح تمام ہمت والے رسولوں نے صبر کیا ہے۔''

اس دنیا میں رنج و راحت اور غمی و خوشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر شخص کو اس دنیاوی زندگی میں تکلیف اور آرام دونوں سے پلا پڑنا ضروری ہے۔ اس لئے ہر انسان پر لازم ہے کہ کوئی نعمت و راحت ملے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرے اور کوئی تکلیف و رنج پہنچے تو اس پر صبر کرے۔ غرض صبر کی عادت ایک نہایت ہی بہترین عادت ہے اور مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو چاہئے کہ صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

**قناعت:**

انسان کو جو کچھ خدا کی طرف سے مل جائے اس پر راضی ہو کر زندگی بسر کرتے ہوئے حرص اور لالچ کو چھوڑ دینا۔ اس کو ''قناعت'' کہتے ہیں۔ قناعت کی عادت انسان کے لئے خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ قناعت پسند انسان سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال رہتا ہے اور حریص اور لالچی انسان ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اے قناعت کی عادت تو مجھ کو تونگر اور مالدار بنا دے۔ کیوں کہ تجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہر انسان خصوصاً عورتوں کو چاہئے کہ ان کو بیٹے شوہروں کی طرف سے جو کچھ مل جائے اس پر راضی رہ کر قناعت کریں۔ اور دوسری عورتوں کی دیکھا دیکھی حرص و لالچ کی عادت سے ہمیشہ دور رہیں تو انشاء اللہ عزوجل ان کی زندگی نہایت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ بسر ہوگی اور نہ وہ خود پریشان حال رہیں گی۔ نہ اپنے شوہر کو پریشانی میں ڈالیں گی۔

**رحم و شفقت:**

خدا کی ہر مخلوق انسان ہو یا جانور اگر وہ رحم کے لائق ہوں تو ان پر رحم کرنا، اور ان کے ساتھ مہربانی و شفقت کا سلوک اور برتاؤ کرنا یہ انسان کی بہترین خصلت، اور اعلیٰ درجے کی قابل تعریف عادت ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر بے حد ثواب ملتا ہے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' (مشکوۃ ج 2 صفحہ 423 مجتبائی)

> ☆........کچھ مردوں اور عورتوں کی یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ دین یا دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں۔ وہ شہرت، ناموری اور دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ اس خراب عادت کا نام ''ریاکاری'' ہے۔ اور یہ سخت گناہ کی بات ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

نرم خوئی، مہربانی اور رحم و کرم کی عادت خداوند کریم کی بہت ہی بڑی نعمت ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس کو رفیق اور نرم دلی کی عادت خداوند کریم کی طرف سے عطا کر دی گئی اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا بہت بڑا حصہ مل گیا۔ اور جو نرم دلی اور رحم و مہربانی کی خصلت سے محروم کر دیا گیا۔ وہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔ (مشکوۃ ج 2 صفحہ 331 مجتبائی)

**خوش اخلاقی:**

ہر ایک کے ساتھ خوش روئی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا یہ پیغمبرانہ خصلت ہے۔ جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''یقیناً تم سب مسلمانوں میں سب سے زیادہ مجھے وہ شخص محبوب ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''

(مشکوۃ جلد 2 صفحہ 431)

ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بہترین چیز جو اللہ عزوجل نے انسان کو عطا فرمائی ہے وہ کیا چیز ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھے اخلاق'' اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں سب سے زیادہ وزن دار نیکی اچھے اخلاق ہوں گے۔ (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 431 مجتبائی)

ہر مرد و عورت کو لازم ہے کہ اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں، بلکہ ہر ملنے جلنے والے کے ساتھ خوش اخلاق کے ساتھ پیش آئے، خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے لوگوں سے ملنا جلنا بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی عادت اور ثواب کا کام ہے جو لوگ ہر وقت گال پھلائے، منہ لٹکائے اور پیشانی پر بل ڈالے ہوئے تیوری چڑھائے ہوئے ہر آدمی سے بداخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ بہت ہی منحوس و مغرور ہیں اور وہ دنیا و آخرت کی سعادتوں اور خوش نصیبیوں سے محروم ہیں۔ نہ ان کو کبھی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ نہ ان سے مل کر دوسروں کا دل خوش ہوتا ہے بلکہ ایسے مردوں اور عورتوں کے چہروں پر ہر وقت ایسی رعونت اور نحوست برستی رہتی ہے کہ ان کا چہرہ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابھی ابھی سو کر اٹھے ہیں اور ابھی منہ نہیں دھویا ہے۔

**حیاء:**

ہر آدمی خصوصاً عورتوں کے حق میں حیاء کی عادت وہ انمول زیور ہے جو عورت کی عفت و پاک دامنی کا دارومدار اور نسوانیت کے حسن و جمال کی جان ہے۔ جس مرد یا عورت میں حیاء کا جوہر ہوگا وہ تمام عیب لگانے والے اور برے کاموں سے فطری طور پر رک جائے گا اور تمام رذائل سے پاک و صاف رہ کر اچھے اچھے کاموں اور فضائل و محاسن کے زیورات سے آراستہ ہو جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''حیاء درخت ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔''

(بخاری شریف ج 1 کتاب الایمان صفحہ 6)

**صفائی ستھرائی:**

یہ مبارک عادت بھی مردوں اور عورتوں کے لئے نہایت ہی بہترین خصلت ہے جو انسانیت کے سر کا ایک بہت ہی قیمتی تاج ہے۔ امیری ہو یا فقیری ہر حال میں صفائی ستھرائی انسان کے وقار و شرف کا آئینہ دار اور محبوب پروردگار ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا یہ اسلامی نشان ہے کہ وہ اپنے بدن، اپنے مکان و سامان، اپنے دروازے اور صحن وغیرہ ہر ہر چیز کی پاکی اور صفائی ستھرائی کا ہر وقت دھیان رکھے گندگی اور پھوہڑ پن انسان کی عزت و عظمت کے بدترین دشمن ہیں۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو ہمیشہ صفائی ستھرائی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ صفائی ستھرائی سے

صحت وتندرستی بڑھتی ہے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھوہڑ اور میلے کچیلے رہنے والے لوگوں سے بے حد نفرت تھی۔ چنانچہ آپ اپنے صحابہ کرام کو ہمیشہ صفائی ستھرائی کا حکم دیتے رہتے اور اس کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔

پھوہڑ عورتیں جو صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتی ہیں وہ ہمیشہ شوہروں کی نظروں میں ذلیل وخوار رہتی ہیں بلکہ بہت سی عورتوں کو ان کے پھوہڑ پن کی وجہ سے طلاق مل جاتی ہے اس لئے عورتوں کو صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

سادگی:

خوراک، پوشاک، سامان زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرز زندگی میں امیری ہو یا فقیری ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے۔ اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے۔ نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مقدس بیویوں کا وہ مبارک طریقہ ہے جو تمام دنیا کے مردوں اور عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ سادگی کی زندگی بسر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو!

> ☆......یقیناً تم سب مسلمانوں میں سب سے زیادہ مجھے وہ شخص محبوب ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

سخاوت:

اپنی طاقت اور حیثیت کے لحاظ سے سخاوت کی عادت ایک نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ چنانچہ کنجوس کے بیان میں سخاوت کی فضیلت اور اس کے بارے میں حدیث شریف ہم تحریر کر چکے ہیں۔

شیریں کلامی:

ہر آدمی سے بات چیت کرنے میں نرم لہجہ اور شیریں زبانی کے ساتھ گفتگو کی عادت یہ انسانی خصائل میں سے بہترین عادت ہے۔ اس سے ہر آدمی کا دل جیتا جا سکتا ہے گفتگو میں کڑوا لہجہ، چیخنا چلانا، ڈانٹ پھٹکار منہ بگاڑ کر جواب دینا یہ اتنی مردود عادتیں ہیں کہ ان سے آدمی ہر ایک کی نظر میں قابل نفرت ہو جاتا ہے۔

# گناہوں کا بیان

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ گناہ صغیرہ (چھوٹے چھوٹے گناہ)۔ گناہ کبیرہ (بڑے بڑے گناہ) گناہ صغیرہ نیکیوں اور عبادتوں کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن گناہ کبیرہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک کہ آدمی سچی توبہ کر کے اہل حقوق سے ان کے حقوق کو معاف نہ کرا لے۔

## گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟

گناہ کبیرہ ہر اس گناہ کو کہتے ہیں جس سے بچنے پر خداوند قدوس نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (حاشیہ بخاری صفحہ 36)

اور بعض علماء کرام نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ جس کے کرنے والے پر اللہ عزوجل و رسول ﷺ نے وعید سنائی، یا لعنت فرمائی۔ یا عذاب وغضب کا ذکر فرمایا وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(فیوض الباری جلد 1 صفحہ 405)

## گناہ کبیرہ کون کون ہیں؟

گناہ کبیرہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے چند مشہور کبیرہ گناہوں کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ جو یہ ہیں۔ شرک کرنا، جادو کرنا، خون ناحق کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، زنا کرنا، غلام بازی کرنا، چوری کرنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینی، ظلم کرنا، ڈاکہ ڈالنا، ماں باپ کو تکلیف دینا، حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا، جوا کھیلنا، صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا، اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہو جانا، اللہ عزوجل کے عذاب سے بے خوف ہو جانا، ناچ دیکھنا، عورتوں کا بے پردہ ہو کر پھرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، دو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینا، امانت میں خیانت کرنا، کسی کا مال یا زمین و سامان وغیرہ غصب کر لینا، نماز وروزہ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ فرائض کو چھوڑ دینا، مسلمانوں کو گالی دینا، ان سے ناحق طور پر مار پیٹ کرنا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں گناہ کبیرہ ہیں۔ جن سے بچنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان گناہوں سے روکنا لازم اور ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی گناہ کرتے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو گناہ کرنے سے روک دے۔ اور اگر ہاتھ سے اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے نہیں رکھتا تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے اس گناہ کو برا سمجھ کر اس سے بیزاری ظاہر کر دے اور یہ ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے۔

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 436 مجتبائی)

اور ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم میں رہ کر گناہ کا کام کرے اور وہ قوم قدرت رکھتے ہوئے بھی اس آدمی کو گناہ کرنے سے نہ روکے تو اللہ عزوجل اس ایک آدمی کے گناہ کے سبب سے پوری قوم کو ان کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 437)

## گناہوں سے دنیاوی نقصان:

گناہوں سے آخرت کا نقصان، اور عذاب جہنم کی سزاؤں، اور قبر میں قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا ہونا۔ اس کو تو ہر شخص جانتا ہے مگر یاد رکھو کہ گناہوں کی نحوست سے آدمی کو دنیا میں بھی طرح طرح کے نقصان پہنچتے رہتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

روزی کم ہو جانا، بلاؤں کا ہجوم، عمر گھٹ جانا، دل میں اور بعض مرتبہ تمام بدن میں اچانک کمزوری پیدا ہو کر صحت خراب ہو جانا، عبادتوں سے محروم ہو جانا، عقل میں فتور پیدا ہو جانا، لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جانا، کھیتوں اور باغوں کی پیداوار میں کمی ہو جانا، نعمتوں کا چھن جانا، ہر وقت دل کا پریشان رہنا، اچانک لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جانا، اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں اور اس کے نبیوں اور اس کے نیک بندوں کی لعنتوں میں گرفتار ہو جانا، چہرے سے ایمان کا نور نکل جانے سے چہرے کا بے رونق ہونا، شرم وغیرت کا جاتا رہنا، ہر طرف سے ذلتوں، رسوائیوں اور ناکامیوں کا ہجوم ہو جانا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا وغیرہ وغیرہ گناہوں کی نحوست سے بڑے بڑے دنیاوی نقصان ہوا کرتے ہیں۔

## عبادتوں کے دنیاوی فوائد:

عبادتوں سے آخرت کے فوائد تو ہر شخص کو معلوم ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے عبادت گزار بندوں کو آخرت میں جنت کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ لیکن اس سے غافل نہ رہو کہ عبادت سے آخرت کے فائدوں کے علاوہ عبادت کی برکت سے بہت سے دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً روزی بڑھنا، مال سامان اولاد ہر چیز میں برکت ہونا، بہت سی دنیاوی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دفع ہو جانا، بہت سی بلاؤں کا ٹل جانا، سب کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا، نور ایمان کی وجہ سے چہرے کا بارونق ہو جانا، عمر کا بڑھ جانا، پیداوار میں خیر وبرکت ہو جانا، بارش ہونا، ہر جگہ عزت وآبرو ملنا، فاقہ سے بچا رہنا، دن بدن نعمتوں میں ترقی ہونا، بہت سی بیماریوں سے شفا پا جانا، آئندہ آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچنا، شادمانی و مسرت اور اطمینان قلب کی زندگی نصیب ہونا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دنیاوی فائدے ہیں جو عبادت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

مومن اپنے اہل وعیال کو اللہ عزوجل پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم ودینار پر۔

# عورت......!

## عورت اسلام سے پہلے:

اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا، دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت ووقعت ہی نہیں تھی۔ مردوں کی نظر میں اس سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک ''کھلونا'' تھیں۔ عورتیں دن رات مردوں کی قسم قسم کی خدمت کرتی تھیں۔ اور طرح طرح کے کاموں سے یہاں تک کہ دوسروں کی محنت مزدوری کرکے جو کچھ کماتیں تھیں وہ بھی مردوں کو دے دیا کرتی تھیں مگر ظالم مرد پھر بھی ان عورتوں کی کوئی قدر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جانوروں کی طرح ان کو مارتے پیٹتے تھے۔ ذرا ذراسی بات پر عورتوں کے کان، ناک وغیرہ اعضاء کاٹ لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی قتل بھی کر ڈالتے تھے۔ عرب کے لوگ لڑکیوں کو دفن کردیا کرتے تھے اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے جس طرح باپ کی جائیداد اور سامان کے مالک ہو جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے باپ کی بیویوں کے بھی مالک بن جایا کرتے تھے۔ اور ان عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بنا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ عورتوں کو ان کے ماں، باپ، بھائی، بہن یا شوہر کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا نہ عورتیں کسی چیز کی مالک ہوا کرتی تھیں۔ عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہوجانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ وتاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کرتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں۔ کھانا پانی اور اپنی ساری ضرورتیں اسی جھونپڑے میں پوری کرتی تھیں۔ بہت سی عورتیں تو گھٹ گھٹ کر مرجاتی تھیں اور جو زندہ بچ جاتی تھیں تو ایک سال کے بعد ان کے آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھیں اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کے بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں پھر سارے شہر کا اسی گندے لباس میں چکر لگائیں اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی ہوئی چلتی رہیں۔ یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ ان عورتوں کی عدت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح کی دوسری بھی طرح طرح کی خراب اور تکلیف دہ رسمیں تھیں جو غریب عورتوں کے لئے مصیبتوں اور بلاؤں کا پہاڑ بنی ہوئی تھیں اور بے چاری مصیبت کی ماری عورتیں گھٹ گھٹ کر اور رو رو کر اپنی زندگی کے دن گزارتی تھیں اور ہندوستان میں تو بیوہ عورتوں کے ساتھ ایسے ایسے دردناک ظالمانہ سلوک کئے جاتے تھے کہ جن کو سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ ہندو دھرم میں ہر عورت کے لئے فرض تھا کہ وہ زندگی بھر قسم قسم کی خدمتیں کرکے ''پتی پوجا'' (شوہر کی پوجا) کرتی رہے اور شوہر کی موت کے بعد اس کی ''چتا'' کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر ''ستی'' ہو جائے۔ یعنی شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ عورت بھی جل کر راکھ ہو جائے۔ غرض پوری دنیا میں بے رحم اور ظالم مرد عورتوں پر ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے کہ ان ظلموں کی داستان سن کر ایک دردمند انسان کے سینے میں رنج وغم سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ان مظلوم اور بیکس عورتوں کی مجبوری ولاچاری کا یہ عالم تھا کہ سماج میں نہ ان عورتوں کے کوئی حقوق تھے نہ ان کی مظلومیت پر داد وفریاد کے لئے کسی قانون کا کوئی سہارا تھا۔ ہزاروں برس تک یہ ظلم وستم کی ماری، دکھیاری عورتیں اپنی اس بے کسی اور لاچاری پر روتی بلبلاتی اور آنسو بہاتی رہیں۔ مگر دنیا میں کوئی بھی ان عورتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا، اور ان کی مظلومیت کے آنسوؤں کو پونچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا نہ دنیا میں کوئی بھی ان کے دکھ درد کی فریاد کو سننے والا تھا۔ نہ کسی کے دل میں ان عورتوں کے لئے بال برابر بھی رحم وکرم کا کوئی جذبہ تھا۔ عورتوں کے اس حال زار پر انسانیت رنج وغم سے بے چین اور بے قرار تھی۔ مگر اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ رحمت خداوندی کا انتظار کرے کہ ارحم الراحمین غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرمادے کہ اچانک ساری دنیا میں ایک انوکھا انقلاب نمودار ہو جائے اور لاچار عورتوں کا سارا دکھ درد دور ہو کر ان کا بیڑا پار ہو جائے۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین کی رحمت کا آفتاب جب طلوع ہوگیا تو ساری دنیا نے اچانک یہ محسوس کیا کہ ؎

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدا تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

> ☆......اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا، دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت ووقعت ہی نہیں تھی۔ مردوں کی نظر میں اس سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک ''کھلونا'' تھیں۔

## عورت اسلام کے بعد:

جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے ''دین اسلام'' لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا۔ اور اسلام کی بدولت ظالم مردوں کے ظلم وستم سے کچلی اور روندی ہوئی عورتوں کا درجہ اس قدر بلند وبالا ہوگیا کہ عبادات ومعاملات بلکہ زندگی اور موت کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوگئیں اور مردوں کی برابری کے درجہ پر پہنچ گئیں۔ مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق مقرر ہوگئے۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے خداوندی قانون آسمان سے نازل ہوگئے۔ اور ان کے حقوق دلانے کے لئے اسلامی قانون کی ماتحتی میں عدالتیں قائم ہوگئیں۔ عورتوں کو مالکانہ حقوق حاصل ہوگئے۔ چنانچہ عورتیں اپنے مہر کی رقموں، اپنی تجارتوں، اپنی جائیدادوں کی مالک بنادی گئیں۔ اور اپنے ماں باپ، بھائی بہن اولاد اور شوہروں کی میراثوں کی وارث قرار دی گئیں۔ غرض وہ عورتیں جو مردوں کی جوتیوں سے زیادہ ذلیل وخوار اور انتہائی مجبور ولاچار تھیں وہ مردوں کے دلوں کا سکون اور ان کے گھروں کی ملکہ بن گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے صاف صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا کہ۔

ترجمہ:۔ ''اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کردیں تاکہ تمہیں ان سے تسکین حاصل ہو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت وشفقت پیدا کردی۔''

اب کوئی مرد بلاوجہ نہ عورتوں کو مار پیٹ سکتا ہے۔ نہ ان کو گھروں سے نکال سکتا ہے، نہ کوئی ان کے مال واسباب یا

جائیدادوں کو چھین سکتا ہے بلکہ ہر مرد مذہبی طور پر عورتوں کے حقوق ادا کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا کہ۔

ترجمہ:۔''عورتوں کے مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر اچھے سلوک کے ساتھ۔'' (سورۂ بقرہ رکوع 28)

اور مردوں کے لئے یہ فرمان جاری فرمایا کہ:

ترجمہ:۔''اور اچھے سلوک سے عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔'' (سورۂ نساء رکوع 3)

تمام دنیا دیکھ لے کہ دین اسلام نے میاں بیوی کی اجتماعی زندگی کی صدارت اگرچہ مرد کو عطا فرمائی ہے۔ اور مردوں کو عورتوں پر حاکم بنا دیا ہے تاکہ نظام خانہ داری میں اگر کوئی بڑی مشکل آن پڑے تو مرد اپنی خداداد طاقت و صلاحیت سے اس مشکل کو حل کر دے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہاں مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر واجب کر دیئے ہیں۔ وہاں عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرا دیئے ہیں۔ اس لئے عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کے حقوق میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تاکہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کر کے اپنی اجتماعی زندگی کو شادمانی و مسرت کی جنت بنا دیں۔ اور نفاق و شقاق اور لڑائی جھگڑوں کے جہنم سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائیں۔

عورتوں کو درجات و مراتب کی اتنی بلند منزلوں پر پہنچا دینا۔ یہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ احسان عظیم ہے کہ تمام دنیا کی عورتیں اگر اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس احسان کا شکریہ ادا کرتی رہیں پھر بھی وہ اس عظیم الشان احسان کی شکر گزاری کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتیں۔ سبحان اللہ! تمام دنیا کے محسن اعظم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت کا کیا کہنا؟

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ماویٰ ضعیفوں کا ملجیٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

## عورت کی زندگی کے چار دور

عورت کی زندگی کے راستہ میں یوں تو بہت سے موڑ آتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی کے چار دور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(1) عورت کا بچپن (2) عورت بالغ ہونے کے بعد (3) عورت بیوی بن جانے کے بعد (4) عورت ماں بن جانے کے بعد۔

اب ہم عورت کے ان چاروں زمانوں کا، اور ان وقتوں میں عورت کے فرائض اور اس کے حقوق کا مختصر تذکرہ صاف صاف لفظوں میں تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ ہر عورت ان حقوق و فرائض کو ادا کر کے اپنی زندگی کو دنیا میں بھی خوشحال بنائے اور آخرت میں بھی جنت کی لازوال نعمتوں اور دولتوں سے سرفراز و مالا مال ہو جائے۔

## عورت کا بچپن

عورت بچپن میں اپنے ماں باپ کی پیاری بیٹی کہلاتی ہے۔ اس زمانے میں جب تک وہ نابالغ بچی رہتی ہے۔ شریعت کی طرف سے نہ اس پر کوئی چیز فرض ہوتی ہے نہ اس پر کسی قسم کی ذمہ داریوں کا کوئی بوجھ ہوتا ہے۔ وہ شریعت کی پابندیوں سے بالکل آزاد رہتی ہے اور اپنے ماں باپ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی بنی ہوئی کھاتی پیتی، پہنتی، اوڑھتی اور ہنستی کھیلتی رہتی ہے اور وہ اس بات کی حقدار ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی بہن اور سب رشتہ ناطہ والے اس سے پیار و محبت کرتے رہیں اور اس کی دل بستگی اور دل جوئی میں لگے رہیں اور اس کی صحت و صفائی، اور اس کی عافیت اور بھلائی میں ہر قسم کی انتہائی کوشش کرتے رہیں تاکہ وہ ہر قسم کی فکروں اور رنجوں سے فارغ البال، اور ہر وقت خوش و خرم اور خوش حال رہے۔ جب وہ کچھ بولنے لگے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ اس کو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کا نام سنائیں پھر اس کو کلمہ وغیرہ پڑھائیں۔ جب وہ کچھ اور زیادہ سمجھ دار ہو جائے تو اس کو صفائی ستھرائی کے ڈھنگ اور سلیقے سکھائیں۔ اس کو نہایت پیار و محبت اور نرمی کے ساتھ انسانی شرافتوں کی باتیں بتائیں۔ اور اچھی اچھی باتوں کا شوق، اور بری باتوں سے نفرت دلائیں۔ جب پڑھنے کے قابل ہو جائے تو سب سے پہلے اس کو قرآن شریف پڑھائیں۔ جب کچھ اور زیادہ ہوشیار ہو جائے تو اس کو پاکی و ناپاکی، وضو و غسل وغیرہ کا اسلامی طریقہ بتائیں اور ہر بات اور ہر کام میں اس کو اسلامی آداب سے آگاہ کرتے رہیں۔ جب وہ سات برس کی ہو جائے تو اس کو نماز وغیرہ ضروریات دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اور پردہ میں رہنے کی عادت سکھائیں اور برتن دھونے، کھانے پینے، سینے پرونے اور چھوٹے موٹے گھریلو کاموں کا ہنر بتائیں اور عملی طور پر اس سے یہ سب کام لیتے رہیں اور اس کی کاہلی اور بے پروائی اور شرارتوں پر روک ٹوک کرتے رہیں اور خراب عورتوں اور بد چلن گھرانوں کے لوگوں سے میل جول پر پابندی لگا دیں اور ان لوگوں کی صحبت سے بچاتے رہیں۔ عاشقانہ اشعار اور گیتوں اور عاشقی معشوقی کے مضامین کی کتابوں سے، گانے بجانے اور کھیل تماشوں سے دور رکھیں تاکہ بچیوں کے اخلاق و عادات اور چال چلن خراب نہ ہو جائیں۔ جب تک بچی بالغ نہ ہو جائے ان باتوں کا دھیان رکھنا ہر ماں باپ کا اسلامی فرض ہے۔ اگر ماں باپ اپنے ان فرائض کو پورا نہ کریں گے تو وہ سخت گناہ گار ہوں گے۔

## عورت جب بالغ ہو جائے:

جب عورت بالغ ہوگئی تو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی طرف سے شریعت کے تمام احکام کی پابند ہوگئی۔ اب اس پر نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے تمام مسائل پر عمل کرنا فرض ہوگیا اور اللہ عزوجل کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے کی وہ ذمہ دار ہوگئی۔ اب اس پر لازم ہے کہ وہ خدا کے تمام فرضوں کو ادا کرے اور چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچتی رہے۔ اور یہ بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ماں باپ اور بڑوں کی تعظیم و خدمت بجا لائے اور اپنے چھوٹے بھائیوں بہنوں اور دوسرے عزیز و اقارب سے پیار و محبت کرے۔ پڑوسیوں اور رشتے ناطے کے تمام چھوٹوں، بڑوں کے ساتھ ان کے مراتب و درجات کے لحاظ سے نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرے۔ اچھی اچھی عادتیں سیکھے اور تمام خراب عادتوں کو چھوڑ دے اور اپنی زندگی کو پورے طور پر اسلامی ڈھانچے میں ڈھال کر سچی پکی پابند شریعت اور ایمان والی عورت بن جائے اور اس کے ساتھ ساتھ محنت و مشقت اور صبر و رضا کی عادت ڈالے مختصر یہ کہ شادی کے بعد اپنے اوپر آنے والی تمام گھریلو ذمہ داریوں کی معلومات حاصل کرتی رہے کہ شوہر والی عورت کو کس طرح اپنے شوہر کے ساتھ نباہ کرنا اور اپنا گھر سنبھالنا چاہئے۔ وہ اپنی ماں اور بڑی بوڑھی عورتوں سے پوچھ پوچھ کر اس کا ڈھنگ اور سلیقہ سیکھے اور اپنے رہن سہن اور چال چلن کو اس طرح سدھارے اور سنوارے کہ نہ شریعت میں گنہگار ٹھہرے، نہ برادری و سماج میں کوئی اس کو طعنہ مار سکے۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سونے جاگنے، بات چیت غرض ہر کام ہر بات میں جہاں تک ہو سکے خود تکلیف اٹھائے مگر گھر والوں کو آرام و راحت پہنچائے۔ بغیر ماں باپ کی اجازت کے نہ کوئی سامان اپنے استعمال میں لائے نہ کسی دوسرے کو دے۔ نہ گھر کا ایک پیسہ یا ایک دانہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر خرچ کرے نہ بغیر ماں باپ سے پوچھے کسی کے گھر یا ادھر ادھر جائے۔ غرض ہر کام، ہر بات میں ماں کی اجازت اور رضامندی کو اپنے لئے ضروری

☆......عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہو جانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کرتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں۔

سمجھے۔ کھانے، پینے، سینے پرونے، اپنے بدن، اپنے کپڑے اور مکان وسامان کی صفائی غرض سب گھریلو کام دھندوں کا ڈھنگ سیکھ لے اور اس کی عملی عادت ڈال لے تاکہ شادی کے بعد اپنی سسرال میں نیک نامی کے ساتھ زندگی بسر کرے اور میکہ والوں اور سسرال والوں کے دونوں گھروں کی چہیتی اور پیاری بنی رہے۔

پردہ کا خاص طور پر خیال اور دھیان رکھے۔ غیر محرم مردوں اور لڑکوں کے سامنے آنے جانے، تاک جھانک اور ہنسی مذاق سے انتہائی پرہیز رکھے۔ عاشقانہ اشعار، اخلاق کو خراب کرنے والی کتابوں اور رسائل و اخبارات کو ہرگز نہ دیکھے۔ بدکردار اور بے حیا عورتوں سے بھی پردہ کرے اور ہرگز کبھی ان سے میل جول نہ رکھے۔ کھیل تماشوں سے دور رہے اور مذہبی کتابیں خصوصاً سیرت المصطفیٰ وسیرت رسول عربی، تمہید ایمان اور میلاد شریف کی کتابیں مثلاً زینۃ المیلاد وغیرہ علمائے اہل سنت کی تصنیفات پڑھتی رہے۔

فرض عبادتوں کے ساتھ نفلی عبادتیں بھی کرتی رہے۔ مثلاً تلاوت قرآن وتسبیح فاطمہ و میلاد شریف پڑھتی پڑھاتی رہے اور گیارہویں شریف و بارھویں شریف ومحرم شریف وغیرہ کی نیاز و فاتحہ بھی کرتی رہے کہ ان اعمال سے دنیا وآخرت کی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہرگز ہرگز ان کی بات نہ سنے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔

## عورت شادی کے بعد

**نکاح:** جب لڑکی بالغ ہو جائے تو ماں باپ کو لازم ہے کہ جلد از جلد مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کر دیں۔ رشتہ کی تلاش میں خاص طور سے اس بات کا دھیان رکھنا بے حد ضروری ہے کہ ہرگز ہرگز کسی بدمذہب کے ساتھ رشتہ نہ ہونے پائے بلکہ دیندار اور پابند شریعت اور مذہب اہل سنت کے پابند کو اپنی رشتہ داری کے لئے منتخب کریں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے شادی کرنے میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔

دولتمندی، خاندانی شرافت، خوبصورتی، دینداری

لیکن تم دینداری کو ان سب چیزوں پر مقدم سمجھو۔

(مشکوۃ جلد 2، صفحہ 26 مجتبائی)

اولاد کی تمنا اور اپنی ذات کو بدکاری کی نیت سے بچانے کے لئے نکاح کرنا سنت اور بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآن شریف میں فرمایا کہ۔

ترجمہ: ''تم لوگ بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے نیک چلن غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دو۔'' (پارہ 18 رکوع 10)

حدیث شریف میں ہے کہ توراۃ شریف میں لکھا ہے کہ......''جس شخص کی لڑکی بارہ برس کی عمر کو پہنچ گئی اور اس نے اس لڑکی کا نکاح نہیں کیا اور وہ لڑکی بدکاری کے گناہ میں پڑ گئی تو اس کا گناہ لڑکی والے کے سر پر بھی ہوگا۔ (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 271 مجتبائی)

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی امداد اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔ (1) وہ غلام جو اپنے آقا سے آزاد ہونے کے لئے کسی قدر رقم ادا کرنے کا عہد کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔ (2) خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا (3) وہ نکاح کرنے والا یا نکاح کرنے والی جو نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا چاہتا ہو۔'' (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 267 مجتبائی)

عورت جب تک اس کی شادی نہیں ہوتی وہ اپنے ماں باپ کی بیٹی کہلاتی ہے مگر شادی ہو جانے کے بعد عورت اپنے شوہر کی بیوی بن جاتی ہے اور اب اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں وہ تمام حقوق و فرائض جو بالغ ہونے کے بعد عورت پر لازم ہو گئے تھے اب ان کے علاوہ شوہر کے حقوق کا بھی بہت بڑا بوجھ عورت کے سر پر آجاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر عورت کے لئے بہت ہی بڑا فریضہ ہے۔ یاد رکھو کہ شوہر کے حقوق کو اگر عورت نہ ادا کرے گی تو اس کی دنیاوی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور آخرت میں وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلتی رہے گی اور اس کی قبر میں سانپ بچھو اس کو ڈستے رہیں گے اور وہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار رہے گی۔ اس لئے شریعت کے حکم کے مطابق ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کرتی رہے اور عمر بھر اپنے شوہر کی فرماں برداری و خدمت گزاری کرتی رہے۔

## شوہر کے حقوق

اللہ عزوجل نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے۔ اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے۔ کیوں کہ اللہ عزوجل نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے۔ یاد رکھو کہ اپنے شوہر کو راضی و خوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو خوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔'' (مشکوۃ شریف جلد 2 صفحہ 281 مجتبائی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولہے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔''

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ ''اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنا دے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنا دے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجا لانا چاہئے۔ (مشکوۃ شریف جلد 2 صفحہ 283 مجتبائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لئے اپنی طاقت بھر کمر بستہ رہنا چاہئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''جب شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کر دے اور اس کا شوہر اس بات سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (مشکوۃ شریف جلد 2 صفحہ 280 مجتبائی)

پیاری بہنو! ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے۔ شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے نیچے لکھے ہوئے یہ چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

1:۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے۔ نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر، نہ کسی دوسرے کے گھر۔

2:۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال و سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت

**☆......جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے ''دین اسلام'' لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا۔**

جس طرح شبنم سے کنواں نہیں بھر سکتا۔ اسی طرح حریصوں کی آنکھ کا کاسہ نعمت دنیا سے نہیں بھر سکتا۔

کے کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی کوئی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

3:۔ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

4:۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

5:۔ بچوں کی نگہداشت، ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

6:۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ، میلی کچیلی نہ بنی رہے۔ بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے تا کہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔"

(مشکوۃ شریف جلد 2 صفحہ 268 مجتبائی)

## شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ:

یاد رکھو کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک ایسا مضبوط تعلق ہے کہ ساری عمر اسی بندھن میں رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔ اگر میاں بیوی میں پورا پورا اتحاد اور ملاپ رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اور اگر خدانہ کرے میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور جھگڑے تکرار کی نوبت آ گئی تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ میاں بیوی دونوں کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور دونوں عمر بھر گھٹن اور جلن کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

اس زمانے میں میاں بیوی کے جھگڑوں کا فساد اس قدر زیادہ پھیل گیا ہے کہ ہزاروں مرد اور ہزاروں عورتیں اس بلا میں گرفتار ہیں اور مسلمانوں کے ہزاروں گھر اس اختلاف کی آگ میں جل رہے ہیں اور میاں بیوی دونوں اپنی زندگی سے بیزار ہو کر دن رات موت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر چند ایسی نصیحتیں لکھ دیں کہ اگر مرد و عورت ان پر عمل کرنے لگیں تو اللہ عزوجل سے امید ہے کہ میاں بیوی کے جھگڑوں سے مسلم معاشرہ پاک ہو جائے گا اور مسلمانوں کا ہر گھر امن و سکون اور آرام و راحت کی جنت بن جائے گا۔

1:۔ ہر عورت شوہر کے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے شوہر کا دل اپنے ہاتھ میں لئے رہے اور اس کے اشاروں پر چلتی رہے۔ اگر شوہر حکم دے کہ دن بھر دھوپ میں کھڑی رہو، یا رات بھر جاگتی ہوئی مجھے پنکھا جھلتی رہو تو عورت کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تھوڑی تکلیف اٹھا کر اور صبر کر کے اس حکم پر بھی عمل کرے اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔

2:۔ ہر عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج کو پہچان لے اور بغور دیکھتی رہے کہ اس کے شوہر کو کیا کیا چیزیں، اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں اور وہ کن کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کون

**☆......قرآن مجید نے صاف صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا کہ۔ ترجمہ:۔ "اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کر دیں تا کہ تمہیں ان سے تسکین حاصل ہو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا کر دی۔"**

کون سی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، پہننے اوڑھنے اور بات چیت میں اس کی عادت اور اس کا ذوق کیا اور کیسا ہے؟ خوب اچھی طرح شوہر کا مزاج پہچان لینے کے بعد عورت کو لازم ہے کہ وہ ہر کام شوہر کے مزاج کے مطابق کرے خواہ شوہر کی مرضی کے لئے عورت وہی کام کرے جو شوہر کے مزاج کے مطابق ہو۔ ہرگز ہرگز شوہر کے مزاج کے خلاف نہ کوئی بات کرے نہ کوئی کام۔

3:۔ عورت کو لازم ہے کہ شوہر کو کبھی جلی کٹی باتیں نہ سنائے نہ کبھی اس کے سامنے غصہ میں چلا چلا کر بولے۔ نہ اس کی باتوں کا کڑوا تیکھا جواب دے۔ نہ کبھی اس کو طعنہ مارے نہ کوسنے دے۔ نہ اس کی لائی ہوئی چیزوں میں عیب نکالے نہ شوہر کے مکان و سامان وغیرہ کو حقیر بتائے، نہ شوہر کے ماں باپ یا اس کے خاندان یا اس کی شکل و صورت کے بارے میں کوئی ایسی بت کہے جس سے شوہر کے دل کو ٹھیس لگے اور خواہ مخواہ اس کو سن کر برا لگے اس قسم کی باتوں سے شوہر کا دل دکھ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شوہر کو بیوی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ جس کا انجام جھگڑے لڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میاں بیوی میں زبردست بگاڑ ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو طلاق کی نوبت آ جاتی ہے یا بیوی اپنے میکے میں بیٹھ رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اپنی بھاوجوں کے طعنے سن سن کر کوفت اور گھٹن کی بھٹی میں جلتی رہتی ہے اور میکہ اور سسرال والوں کے دونوں خاندانوں میں بھی اسی طرح اختلاف کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ کبھی کورٹ کچہری کی نوبت آ جاتی ہے اور کبھی مار پیٹ ہو کر مقدمات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور دونوں خاندان لڑ بھڑ کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

4:۔ عورت کو چاہئے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آ جائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے۔ نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے۔ کیوں کہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود ہی پوچھے کہ میں تمہارے لئے کیا لاؤں تو عورت کو چاہئے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر کوئی چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہئے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا۔ اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا۔ اور اس میں عیب نکالا۔ یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اور آگے چل کر جھگڑے لڑائی کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی!

5:۔ عورت پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی صورت و سیرت پر نہ طعنہ مارے نہ کبھی شوہر کی تحقیر اور اس کی ناشکری کرے۔ اور ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی اس قسم کی جلی کٹی بولیاں نہ بولے کہ ہائے اللہ! میں کبھی اس گھر میں سکھی نہیں رہی۔ ہائے ہائے میری تو ساری عمر مصیبت ہی میں کٹی۔ اس اجڑے گھر میں آ کر میں نے کیا دیکھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا کہ مجھے اس گھر میں بیاہ دیا۔ مجھ نگوڑی کو اس گھر میں کبھی آرام نصیب نہیں ہوا۔ ہائے میں کس پھکڑ اور دلدر سے بیاہی گئی۔ اس گھر میں تو ہمیشہ الو ہی بولتا رہا۔ اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں سے شوہر کی دل شکنی یقینی طور پر ہوگی جو میاں بیوی کے نازک تعلقات کی گردن پر چھری پھیر دینے کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ شوہر اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں کو سن سن کر عورت سے بیزار ہو جائے گا اور محبت کی جگہ نفرت و عداوت کا ایک ایسا خطرناک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا کہ میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کی ناؤ ڈوب جائے گی جس پر

تمام عمر پچھتانا پڑے گا مگر افسوس کہ عورتوں کی یہ عادت بلکہ فطرت بن گئی ہے کہ وہ شوہروں کو طعنے اور کوسنے دیتی ہی رہتی ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرتی رہتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو بکثرت دیکھا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں بکثرت جہنم میں نظر آئیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورتوں میں دو بری خصلتوں کی وجہ سے، ایک تو یہ کہ عورتیں دوسروں پر بہت زیادہ لعن طعن کرتی رہتی ہیں۔ دوسری یہ کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں۔ چنانچہ تم عمر بھر ان عورتوں کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرتے رہو لیکن اگر کبھی ایک ذرا سی کمی تمہاری طرف سے دیکھ لیں گی۔ تو یہی کہیں گی کہ میں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 9)

6:۔ بیوی کو لازم ہے کہ ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے، بات چیت میں ہر حالت میں شوہر کے سامنے باادب رہے اور اس کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھے۔ شوہر جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آئے تو عورت کو چاہئے کہ سب کام چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہو اور شوہر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس کی مزاج پرسی کرے اور فوراً ہی اس کے آرام و راحت کا انتظام کر دے اور اس کے ساتھ دلجوئی کی باتیں کرے اور ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات نہ سنائے نہ کوئی ایسا سوال کرے جس سے شوہر کا دل دکھے۔

7:۔ اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آجائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہو جائے اور اس وقت ہرگز کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہو جائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہو جائے تو عورت کو چاہئے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے اور ہاتھ جوڑ کر، پاؤں پکڑ کر جس طرح وہ مانے اسے منا لے۔ اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ شوہر ہی کا قصور ہو جب بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر بیٹھ رہنا نہیں چاہئے۔ بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی و انکساری ظاہر کر کے شوہر کو خوش کر لینا چاہئے کیوں کہ شوہر کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اپنے شوہر سے معافی تلافی کرنے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے بلکہ یہ عورت کے لئے عزت اور فخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کر لے۔

8:۔ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیوں کہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہروں کو چڑ پیدا ہو جاتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی ہو کر مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے۔ اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد و خرابی ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

9:۔ جب تک ساس اور خسر زندہ ہیں عورت کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کی بھی تابعداری اور خدمت گزاری کرتی رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان دونوں کو راضی اور خوش رکھے۔ ورنہ یاد رکھو! کہ شوہر ان دونوں کا بیٹا ہے اگر ان دونوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر چانپ چڑھا دی تو یقیناً شوہر عورت سے ناراض ہو جائے گا اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات تہس نہس ہو جائیں گے۔ اسی طرح اپنے جیٹھوں، دیوروں اور نندوں، بھاوجوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی برتے اور ان سبھوں کی دلجوئی میں لگی رہے اور کبھی ہرگز ہرگز ان میں سے کسی کو ناراض نہ کرے۔ ورنہ دھیان رہے کہ ان لوگوں سے بگاڑ کا نتیجہ میاں بیوی کے تعلقات کی خرابی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عورت کو سسرال میں ساس اور خسر سے الگ تھلگ رہنے کی ہرگز کبھی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ مل جل کر رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ کیوں کہ ساس اور خسر سے بگاڑ اور جھگڑے کی یہی جڑ ہے اور یہ خود سوچنے کی بات ہے کہ ماں باپ نے لڑکے کو پالا پوسا اور اس امید پر اس کی شادی کی کہ بڑھاپے میں ہم کو بیٹے اور اس کی دلہن سے سہارا اور آرام ملے گا لیکن دلہن نے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ بیٹا اپنے ماں باپ سے الگ تھلگ ہو جائے تو تم خود ہی سوچو کہ دلہن کی اس حرکت سے ماں باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور کتنی جھنجلاہٹ پیدا ہوگی اس لئے گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور قسم قسم کے فتنہ و فساد شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میاں بیوی کے دلوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑے تکرار کی نوبت آجاتی ہے اور پھر پورے گھر والوں کی زندگی تلخ اور تعلقات درہم برہم ہو جاتے ہیں لہٰذا بہتر اسی میں ہے کہ ساس اور خسر خود ہی اپنی خوشی سے بیٹے کو اپنے سے الگ کر دیں تو پھر الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن الگ رہنے کی صورت میں بھی الفت و محبت اور میل جول رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ہر مشکل میں پورے کنبے کو ایک دوسرے کی امداد کا سہارا ملتا رہے اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ پورے کنبے کی زندگی جنت کا نمونہ بنی رہے۔

10:۔ عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز میکہ میں آکر چغلی نہ کھائے۔ کیوں کہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں کی شکایت میکہ میں آکر ماں باپ سے کرنی یہ بہت ہی خراب اور بری بات ہے۔ سسرال والوں کو عورت کی اس حرکت سے بے حد تکلیف پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ اور پھر میاں بیوی کی زندگی لڑائی جھگڑوں سے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

☆......جب وہ کچھ بولنے لگے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ اس کو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کا نام سنائیں پھر اس کو کلمہ وغیرہ پڑھائیں۔ جب وہ کچھ اور زیادہ سمجھ دار ہو جائے تو اس کو صفائی ستھرائی کے ڈھنگ اور سلیقے سکھائیں۔

11:۔ عورت کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھے۔ میلی کچیلی اور پھوہڑ نہ بنی رہے بلکہ اپنے شوہر کی مرضی اور مزاج کے مطابق بناؤ سنگار بھی کرتی رہے۔ کم سے کم ہاتھ پاؤں میں مہندی، کنگھی چوٹی، سرمہ کاجل وغیرہ کا اہتمام کرتی رہے۔ بال بکھرے اور میلے کچیلے چڑیل بنی نہ پھرے کہ عورت کا پھوہڑ پن عام طور پر شوہروں کی نفرت کا باعث ہوا کرتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ شوہر عورت کے پھوہڑ پن کی وجہ سے متنفر ہو جائے اور دوسری عورتوں کی طرف تاک جھانک شروع کر دے تو پھر عورت کی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور پھر اس کو عمر بھر رونے دھونے اور سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔

12:۔ عورت کے لئے یہ بات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جب تک شوہر اور ساس اور خسر وغیرہ نہ کھا پی لیں خود نہ کھائے بلکہ سب کو کھلا پلا کر خود سب سے اخیر میں کھائے۔ عورت کی اس ادا سے شوہر اور اس کے سب گھر والوں کے دل میں عورت کی قدر و منزلت اور محبت بڑھ جائے گی۔

13:۔ عورت کو چاہئے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکہ والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے کیوں کہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے۔ اس لئے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

14:۔ گھر کے اندر ساس، نندیں یا جٹھانی دیورانی یا کوئی دوسری دو عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو

چاہئے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہی ہیں اور بلاوجہ یہ بدگمانی بھی نہ کرے کہ کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

15 ۔ عورت کو یہ بھی چاہئے کہ سسرال میں اگر ساس یا نندوں کو کوئی کام کرتے دیکھے تو جھٹ پٹ اٹھ کر خود بھی وہ کام کرنے لگے۔ اس سے ساس اور نندوں کے دل میں یہ اثر پیدا ہوگا کہ وہ عورت کو اپنا غمگسار اور رفیق کار بلکہ اپنا مددگار سمجھنے لگیں گی جس سے خود بخود ساس نندوں کے دل میں ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ خصوصاً ساس، خسر اور نندوں کی بیماری کے وقت عورت کو بڑھ چڑھ کر خدمت اور تیمارداری میں حصہ لینا چاہئے کہ ایسی باتوں سے ساس، خسر، نندوں بلکہ شوہر کے دل میں عورت کی طرف سے جذبہ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور عورت سارے گھر کی نظروں میں وفادار و خدمت گزار سمجھی جانے لگتی ہے۔ اور عورت کی نیک نامی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

16 ۔ عورت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ اگر شوہر غریب ہو اور گھریلو کام کاج کے لئے نوکرانی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے گھر کا گھریلو کام کاج خود کر لیا کرے اس میں ہرگز ہرگز نہ عورت کی کوئی ذلت ہے نہ شرم۔ بخاری شریف کی بہت سی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔ کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں۔ خود ہی چکی چلا کر آٹا بھی پیس لیتی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں کبھی کبھی چھالے پڑ جاتے تھے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ اپنے غریب شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنے گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کر لیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اونٹ کو کھلانے کے لئے باغوں میں سے کھجوروں کی گٹھلیاں چن چن کر اپنے سر پر لاتی تھیں اور گھوڑے کے لئے گھاس چارہ بھی لاتی تھیں اور گھوڑے کی مالش بھی کرتی تھیں۔

17 ۔ ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے۔ اس لئے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا اور خدانہ کرے اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہو گیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہو جائے گا اور میاں بیوی دونوں کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ اس لئے ہر عورت کو لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو کچھ بھی ملے خدا کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے۔ اور گھر کے اخراجات کو ہرگز ہرگز آمدنی سے بڑھنے نہ دے۔

18 ۔ عورت کو لازم ہے کہ سسرال میں پہنچنے کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کی عادت بالکل ہی چھوڑ دے۔ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف ہوئی فوراً غصہ میں آگ بگولا ہو کر الٹ پلٹ شروع کر دیتی ہیں۔ یہ بہت بری عادت ہے لیکن میکہ میں چونکہ ماں باپ اپنی بیٹی کا ناز اٹھاتے ہیں اس لئے میکہ میں تو ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ وغیرہ سے عورت کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا لیکن سسرال میں ماں باپ سے نہیں بلکہ ساس، خسر اور شوہر سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو عورت کا ناز اٹھانے کو تیار ہوگا۔ اس لئے سسرال میں عورت کی ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ اور چڑچڑاپن عورت کے لئے بے حد نقصان کا سبب بن جاتا ہے کہ پورے سسرال والے عورت کی ان خراب عادتوں کی وجہ سے عورت سے بالکل ہی بیزار ہو جاتے ہیں اور عورت سب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔

**☆......جب عورت بالغ ہوگئی تو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی طرف سے شریعت کے تمام احکام کی پابند ہوگئی۔ اب اس پر نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ کے تمام مسائل پر عمل کرنا فرض ہوگیا۔**

19 ۔ عموماً سسرال کا ماحول میکہ کے ماحول سے الگ تھلگ ہوتا ہے اور سب نئے نئے لوگوں سے عورت کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے سچ پوچھو تو سسرال ہر عورت کے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔ جہاں اس کی ہر حرکت و سکون پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ہر عمل پر تنقید کی جائے گی۔ نیا ماحول ہونے کی وجہ سے ساس اور نندوں سے کبھی کبھی خیالات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور اس موقع پر بعض وقت ساس اور نندوں کی طرف سے جلی کٹی اور طعنوں، کوسنوں کی کڑوی کڑوی باتیں بھی سننی پڑیں گی ایسے موقعوں پر صبر اور خاموشی عورت کی بہترین ڈھال ہے۔ عورت کو چاہئے کہ ساس اور نندوں کو ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی رہے اور ان کے طعنوں کوسنوں پر صبر کر کے بالکل ہی جواب نہ دے اور چپ سادھ لے یہ بہترین طریقہ عمل ہے۔ ایسا کرتے رہنے سے ان شاء اللہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ساس اور نندیں خود ہی شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں گی۔

20 ۔ عورت کو سسرال میں خاص طور پر بات چیت میں اس چیز کا دھیان رکھنا چاہئے کہ نہ تو اتنی زیادہ بات چیت کرے جو سسرال والوں اور پڑوسیوں کو ناگوار گزرے اور نہ اتنی کم بات کرے کہ منت و خوشامد کے بعد بھی کچھ نہ بولے اس لئے کہ یہ غرور و گھمنڈ کی علامت ہے۔ جو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے اور اتنی نرم اور پیار بھرے لہجوں میں بات کرے کہ کسی کو ناگوار نہ گزرے اور کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے کسی کے دل پر بھی ٹھیس لگے تا کہ عورت سسرال والوں اور رشتہ ناطہ والوں اور پڑوسیوں سب کی نظروں میں ہر دلعزیز بنی رہے۔

**بہترین بیوی کی پہچان:**

اوپر لکھی ہوئی ہدایتوں کے مطابق سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہترین بیوی کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

بہترین بیوی وہ ہے!

1:۔ جو اپنے شوہر کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھے۔

2:۔ جو اپنے شوہر کے تمام حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

3:۔ جو اپنے شوہر کی خوبیوں پر نظر رکھے اور اس کے عیوب اور خامیوں کو نظر انداز کرتی رہے۔

4:۔ جو خود تکلیف اٹھا کر اپنے شوہر کو آرام پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہے۔

5:۔ جو اپنے شوہر سے اس کی آمدنی سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے اور جو مل جائے اس پر صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

6:۔ جو اپنے شوہر کے سوا کسی اجنبی مرد پر نگاہ نہ ڈالے۔ نہ کسی کی نگاہ اپنے اوپر پڑنے دے۔

7:۔ جو پردے میں رہے اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔

8:۔ جو شوہر کے مال اور مکان و سامان اور خود اپنی ذات کو شوہر کی امانت سمجھ کر ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرتی رہے۔

9:۔ جو اپنے شوہر کی مصیبت میں اپنی جانی و مالی قربانی کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔

10:۔ جو اپنے شوہر کی زیادتی اور ظلم پر بہت صبر کرتی رہے۔

11:۔ جو میکہ اور سسرال دونوں گھروں میں ہر دلعزیز اور باعزت ہو۔

12:۔ جو پڑوسیوں اور ملنے جلنے والی عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور شرافت و مروت کا برتاؤ کرے اور سب اس کی خوبیوں کے مداح ہوں۔

13:۔ جو مذہب کی پابند اور دیندار ہو، اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرتی ہو۔

14:۔ جو سسرال والوں کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرتی رہے۔

15:۔ جو سب گھر والوں کو کھلا پلا کر سب سے آخر میں خود کھائے پئے۔

# خواتین

## کا ضربِ اسلام

ہر ماہ ہفت روزہ ضرب اسلام کیساتھ شائع کیا جاتا ہے

# محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار خاتون کی داستان جس پر فرشتے رشک کرتے ہیں

خواتین کے لیے ایک ایسا روحانی میگزین
جو آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کرسکتا ہے

موجودہ شمارہ تعارفی اشاعت کے طور پر شائع کیا جارہا ہے قارئین اس میگزین کو خوبصورت بنانے کیلئے اپنی تجاویز اور مشورے ضرور روانہ کریں (ادارہ)

قیمت صرف 10 روپے

# عبادت و استعانت

سعدیہ اطہر بنت مسعود ملت

قرآن کریم کا آغاز سورہ فاتحہ سے ہوتا ہے۔ اس سورہ کو ام الکتاب کہا جاتا ہے۔ یہ وہ سات آیات ہیں۔ جن کا قرآن عظیم میں بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔'' (سورہ حجر 87)

اس سورۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے الوہیت کی شان اور عبدیت کا سلیقہ بتا دیا۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا کہ عبادت کس کی کریں اور مدد کس سے چاہیں۔

زمانہ جاہلیت میں کوئی پتھر کے بتوں کے سامنے سجدہ کرتا تھا۔ کوئی چمکتے تاروں اور دمکتے آفتاب کو سجدہ کرتا، کوئی درخت کو سجدہ کرتا، کوئی زمین کو سجدہ کرتا، اللہ کو سب بھولے ہوئے تھے۔ انسان کی باطنی قوتیں منتشر تھیں۔ جس کو اللہ نے بہترین ساخت میں پیدا فرمایا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خود ذلیل وخوار کر لیا تھا۔

ترجمہ:

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں''

علامہ اقبال توحید کے اس عظیم درس کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہتے ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

قرآن کے تصور توحید نے انسان کی بکھری ہوئی باطنی قوتوں کو یکجا کیا اور پھر عرب کا وہ انسان جو کمزور ہو چکا تھا۔ جس کو کوئی پوچھتا تک نہیں تھا۔ اس کو سب پوچھنے لگے، اس کو سب دیکھنے لگے، جو کمزور تھا قوی ہو گیا، جو مغلوب تھا وہ غالب ہو گیا، جو محکوم تھا وہ حاکم ہو گیا۔ تصور توحید نے جزیرہ عرب کے انسانوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا، پھر انہوں نے ساری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

قرآن کریم نے ہم کو تصورات اور نظریات کی ایک دنیا دی ہے۔ تصورات نے علمی اور سائنسی میدانوں میں انقلاب برپا کیا، علوم وفنون کی ساری بہاریں قرآن کے طفیل ہیں۔

توحید اور عبادت کے تصور سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے منہ موڑ کر اپنی طرف لگا لیا، نہیں نہیں قرآن کریم میں اللہ نے اپنے محبوبوں کا زکر کیا ہے اور محبوبوں کے محبوب حضور اکرم ﷺ کی محبت کو اپنی محبت کے مساوی رکھا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ آل عمران 31)

محبت رسول ﷺ اور تعظیم رسول ﷺ عبادت کے منافی نہیں بلکہ سچ پوچھئے، حضور ﷺ کی محبت اور حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر سے عبادت عبادت ہو جاتی ہے۔ امام غزالی نے فرمایا۔

''کہ تشہد میں نماز پڑھنے والا حضور اکرم ﷺ کو اپنے سامنے محسوس کرے۔''

یہ خیال بالکل باطل ہے کہ حضور ﷺ کے خیال آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ایسی اطاعت کا حکم دیا، جو جذبہ عشق ومحبت کے تحت کی جائے۔ اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب نہیں، جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے، جیسے کوئی ملازم اپنے افسر کی اطاعت کرتا ہے، جیسے رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے، اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب ہیں، جیسے ایک محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ اللہ تعالیٰ

> اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ایسی اطاعت کا حکم دیا، جو جذبہ عشق ومحبت کے تحت کی جائے۔ اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب نہیں، جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے، جیسے کوئی ملازم اپنے افسر کی اطاعت کرتا ہے، جیسے رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے، اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب ہیں، جیسے ایک محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو محبوبیت کا وسیلہ فرمایا، جو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

یہاں صاف غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات اور احادیث سے یہ اندازہ ہوا کہ غیر اللہ کا اطلاق اسی پر کیا جائے گا جو اللہ کے محبوب اور مطلوب نہ ہو۔ اللہ کا وہ محبوب جس کے ذکر وفکر سے اللہ یاد آتا ہو۔ قرآن کریم کی رو سے غیر اللہ نہیں۔

نے حضور ﷺ کی اطاعت کو محبوبیت کا وسیلہ فرمایا، جو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ترجمہ:

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اسکے سوا اوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ (سورہ زمر۔36)

بعض لوگ عبادت اور اطاعت میں فرق نہیں کرتے اور اطاعت کو عبادت سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عبادت، عبادت ہے اور اطاعت، اطاعت ہے۔ ابلیس یہ رمز محبت نہ سمجھ سکا اور ہمیشہ کیلئے مردود ہوا۔

قرآن کریم میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ فرمایا۔

ترجمہ:

''اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر تاکہ فلاح پاؤ'' (سورہ مائدہ 35)

صبر اور نماز سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ صبر ایک نفسیاتی کیفیت ہے اور نماز ایک روحانی فطری اور عملی کیفیت ہے، یہ اللہ نہیں غیر اللہ ہے اس کے باوجود فرمایا کہ ان سے مدد طلب کرو۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا کہ۔

''جب کوئی راستہ بھول جائے تو کہے کہ اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو''

یہاں صاف غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر فرمایا ہے۔

ان آیات اور احادیث سے یہ اندازہ ہوا کہ غیر اللہ کا اطلاق اسی پر کیا جائے گا جو اللہ کے محبوب اور مطلوب نہ ہو۔ اللہ کا وہ محبوب جس کے ذکر وفکر سے اللہ یاد آتا ہو۔ قرآن کریم کی رو سے غیر اللہ نہیں۔

ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

المختصر عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اور اس نسبت سے اس کے ولیوں اور محبوبوں کی تعظیم و تکریم کریں اور استعانت کا مفہوم یہ ہو کہ مدد کریں اور اس کی محبت کے طفیل اس کے پیاروں کے وسیلوں سے مدد چاہیں تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا''

اس سے معلوم ہوا کہ استعانت کا مفہوم یہ نہیں کہ ابلیس کی طرح اللہ کے محبوبوں سے پیٹھ پھیر کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ بلکہ ان کی محبتیں لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہی استعانت کی حقیقت ہے۔

ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

# رسول عربی ﷺ کے معزز قاصد لوٹ آؤ سرکار ﷺ کا پیغام آتے رہنا ہے

## دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع جلانے کے لئے ایک خوبصورت تحریر

جبش کی تپتی ہوئی خاک سے اڑ کر جن ذروں نے عرش کی بلندیوں پر اپنا آشیانہ بنایا تھا ان میں ایک جبش نژاد عبداللہ اسود بھی ہیں۔

غلامی کی زندگی نے ان کے دل کی خاکستر کو اس طرح روند ڈالا تھا کہ ایک بجھے ہوئے چراغ کی طرح ان کی زندگی کی ساری امنگوں نے دم توڑ دیا تھا۔

کہتے ہیں کہ زلف جاناں کی جو خوشبو مدینے سے اڑ کر خطہ زمین میں دور دور تک پھیل گئی تھی، ایک دن انہیں بھی محسوس ہوئی، کسی راہگیر نے ان سے کہا۔

''تم نے کچھ سنا ہے؟ دنیا کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے لئے مدینہ میں ایک نئی پناہ گاہ کھلی ہے، رحمتوں کے پیکر میں آسمان سے کوئی عجیب وغریب انسان اترا ہے دلوں کے کتنے ہی ویرانے اس کے قدم کی آہٹ سے آباد ہوگئے ہیں۔ مظلوموں، زیردستوں اور مسکینوں کے لئے اس کی شفقتوں کی گود ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔ اس کی پلکوں کے سائے میں ہر وقت کام کا دریا لہراتا رہتا ہے، اس کی شاداب نگاہیں جلتے ہوئے زخموں کے لئے تسکین کا مرہم ہیں۔ اس کے ہونٹوں کا تبسم بجھی ہوئی خاکستر کے لئے زندگی کی بشارت ہے۔

جلدی کرو! امیدوں کے قافلے زمین کے کناروں سے سمٹتے ہوئے آرہے ہیں تم بھی ان کی اڑائی ہوئی گرد میں شامل ہوجاؤ۔ اگر خوبی قسمت سے تم مدینے کے نخلستان میں پہنچ گئے تو تمہاری پامال زندگی جگمگا اٹھے گی۔

یہ خبر سن کر حضرت عبداللہ کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک اٹھیں، انہوں نے عالم تحیر میں دریافت کیا۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ اپنی سرشت کا کوئی نیا انسان ہو تو البتہ ایسا ہوسکتا ہے، ورنہ آج کی بھری دنیا میں مظلوموں اور زیردستوں کا کون حامی ہے۔ روئے زمین کے جو غم نصیب میٹھے بول کے لئے ترس گئے ہیں بھلا انہیں شفقتوں کی گود میسر آسکتی ہے۔ اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے تو بہت اچنبھے کی بات ہے۔''

راہگیر نے پرجوش لہجے میں جواب دیا۔ ''اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو مدینہ اسی خطہ زمین پر واقع ہے، تم وہاں جاکر تجربہ کرلو، میں کہہ رہا ہوں کہ وہ انسانی پیکر میں ضرور ہے، لیکن وہ اس دنیا کا انسان نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے وجود کا سررشتہ کسی اور عالم سے ملتا ہے۔''

اس گفتگو کے بعد عبداللہ کے سینے میں ایک ایسی آتش شوق بھڑک اٹھی جس نے ان کی ہستی کا صبروقرار چھین لیا۔ آنکھوں کی نیند اڑگئی، بیتاب آرزوؤں کی راتیں قیامت کی طرح دراز ہوگئیں، ویرانوں سے انس بڑھ گیا آبادیوں سے وحشت ہونے لگی۔ یکایک ایک دن انہیں پتہ چلا کہ ملک شام کا کوئی تجارتی قافلہ مدینہ کے نخلستان سے ہوتا ہوا مکہ جارہا ہے، یہ خبر معلوم کرکے خوشی سے ان کا چہرہ کھل گیا۔ ان کی پیشانی سے بشاشت کا نور ٹپکنے لگا وہ اضطراب شوق کی بیخودی میں اٹھے اور قافلے کی گزرگاہ پر کھڑے ہوگئے کئی دن کے انتظار کے بعد ایک دن دور سے انہیں اڑتے ہوئے غبار کا طوفان نظر آیا قافلے کی علامت دیکھ کر ان کی روح پر فرحت وانبساط کے بادل چھاگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد قافلے میں شامل ہوتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی، غم کا سارا بوجھ اتر گیا۔ شب وروز چلتے چلتے بالآخر ایک دن وہ حجاز کی سرحد میں داخل ہوگئے، کچھ اور فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک منزل پر قافلہ کے لوگوں نے مدینے کے راستے کی نشاندہی کرکے انہیں رخصت کردیا۔

اب وہ اکیلے ہی مدینے کی طرف چل رہے تھے۔ جذب شوق کے علاوہ اب کوئی ان کا شریک سفر نہیں تھا۔ متواتر کئی دن کی مسافت طے کرنے کے بعد انہیں کھجوروں کے جھنڈ نظر آئے، ان کے دل نے بے ساختہ آواز دی، شاید یہی مدینے کا وہ نخلستان ہے جس کی گود میں مظلوموں کی پناہ گاہ ہے اور کچھ فاصلہ طے کیا تو مدینے کی پہاڑیاں چمکنے لگیں چند قدم چل کر اب مدینے کی وہ آبادی نظر کے سامنے تھی جہاں پہنچنے کے لئے دل میں جذبہ شوق کا تلاطم برپا تھا۔

ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح جیسے ہی وہ مدینے میں داخل ہوئے گلی کوچوں میں لوگوں سے اپنی منزل مقصود کا پتہ پوچھنا شروع کیا ان کی بے قراری دیکھ کر ایک صاحب انہیں مسجد نبوی شریف کے دروازے تک پہنچا کر واپس ہوگئے، مسجد کے فرش پر کونین کے شہنشاہ مدینے کے مسکینوں کو اپنی آغوش رحمت میں لئے بیٹھے تھے۔

حضرت عبداللہ کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی جمال ونور کی زیبائی خود آواز دے رہی تھی کہ آؤ! کعبہ مقصود یہاں ہے۔ جیسے ہی چہرہ انور پر نظر پڑی

دل کا عالم زیر وزبر ہوگیا۔ جذبہ شوق کی بیخودی میں آگے بڑھے اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ آنکھوں کی راہ سے قلب وروح کا سارا غبار دھل گیا۔ روئے زمین کی روندی ہوئی ایک مشت خاک اب اس قدم کے نیچے آ گئی تھی جو کائنات کی سب سے باعزت جگہ تھی۔

مدتوں کی ایک پیاسی روح چشمہ رحمت سے سیراب ہوچکنے کے بعد اسلام وایمان کے سر رشتے سے ہمیشہ کے لئے منسلک ہوگئی۔

اکرام وآسائش کے باغ فردوس میں پہنچ کر بالکل پہلی مرتبہ وہ روحانی مسرتوں کی ایک نئی زندگی سے روشناس ہوئے۔ اب عبداللہ اسود کسی رہگزر کا سنگریزہ نہیں تھے، سینہ صدف میں پرورش پانے والے گوہر کی طرح محفوظ تھے۔ جدھر نکل جاتے ایسا لگتا کہ شفقت و اعزاز کی ہر آغوش انہی کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ کبھی جس کا چوکھٹ پر کھڑا رہنا باعث عار تھا آج اسے پلکوں پر جگہ مل گئی تھی۔ آسمان سے اترنے والے اس ''نئے انسان'' کی آواز میں کتنا حیرت انگیز اعجاز تھا، جس نے پلک جھپکتے ہزاروں برس کا مزاج بدل دیا تھا۔ مدینے میں انسانی زندگی کا جو نیا پیمانہ رائج تھا اسے دیکھ دیکھ کر حضرت عبداللہ حیران رہا کرتے تھے۔

بارگاہ رسالت کی شفقتوں نے انہیں اس طرح سینے سے لگالیا کہ وہ اپنی پامال زندگی کا سارا غم بھول گئے۔ مسجد نبوی کا صحن ان کی ساری امیدوں کا آشیانہ بن گیا تھا، کونین کی نعمتوں کے مرکز میں ان کے لئے کس بات کی کمی تھی، ہر وقت عشق وعرفان کی سرمستی میں وہ نہال ومسرور رہا کرتے تھے۔

ایک دن شام کا خوشگوار موسم تھا۔ زلف معنبر کی خوشبو سے سارا مدینہ مہک اٹھا۔ جلوؤں کی بکھری ہوئی چاندنی میں در و دیوار چمک رہے تھے اسی عالم میں حضرت عبداللہ اسودؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آج ان کی حاضری کا انداز بالکل نرالا تھا۔ منہ کھول کر شاید کچھ کہنا چاہتے تھے۔

سرکار نے بھی ان کے مچلتے ہوئے شوق کا عالم محسوس فرمالیا ارشاد فرمایا۔ کہو کیا کہنا چاہئے تھا؟

یہ سننا تھا کہ اچانک صبر وضبط کا پیمانہ ٹوٹ گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے بھی کہاں؟ آخر اس سرکار کے سوا اس گیتی پر اشکوں کے گوہر کا شناسا بھی کون تھا۔

سرکار نے اپنی آستین میں ان کی آنکھوں کا آنسو ذب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت روؤ! رحمت وکرم کا آبگینہ بڑا نازک ہوتا ہے، میں تمہارا معروضہ شوق سننے کے لئے ویسے ہی تیار ہوں اپنا مدعا بیان کرو۔

اپنے دلگیر جذبات پر قابو پانے کے بعد انہوں نے اپنی تمنا کا یوں اظہار کیا ''سرکار کے قدموں کی پناہ میں آجانے کے بعد زندگی کی ساری آرزو پوری ہوگئی آخرت کا بھی کوئی غم نہیں ہے کہ اس کے لئے سرکار کے دامن کا سہارا بہت کافی ہے۔ اب زندگی کی رفاقت کے ملئے یہ عہد شباب کی صرف ایک تمنا باقی رہ گئی ہے اور وہ شادی۔ حضورؐ! کئی جگہ نکاح کا پیغام بھیجا لیکن کہیں بھی قبول نہیں کیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ فام حبشی جس کا نہ کوئی گھر ہے نہ در ہے، نہ کوئی کمائی ہے نہ دھمائی ہے ایسے خانہ بدوش شخص کو کون اپنی لڑکی دے گا؟

حضور کی چوکھٹ سے لگے رہنے کے علاوہ میرے پاس ہنر ہی کیا ہے کہ میں زندگی کے اسباب فراہم کروں۔ ساری کونین تو اسی سنگ در پر سمٹ آئی ہے۔ اب میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ سرکار کے دست کرم میں کیا نہیں ہے۔ قسمت کی یہ پیچ بھی کھل ہی جائے گی۔ بس ایک نگاہ کرم کی دیر ہے۔

کچھ اس دردناک عجز ونیاز کے ساتھ انہوں نے اپنی سرگزشت غم بیان کی کہ رحمت مجسم کو پیار آ گیا۔ تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اپنے دل کو آزردہ نہ کرو۔ تمہارے رشتہ نکاح کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ جاؤ! بنو کلب کے قبیلے کے سردار کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کردے۔''

یہ حکم سنتے ہی عبداللہ کا چہرہ فرط مسرت سے پھول کی طرح کھل گیا۔ وہ جانتے تھے کہ جو لوگ حضور کے حکم پر اپنی جان دے رہے ہیں وہ اپنی لڑکی دینے سے کیونکر انکار کرسکیں گے۔ انہیں سب سے زیادہ خوشی اس بات

> ائمہ حنفیہ اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا چہرہ عورت نہیں ہے اور اگر چہرہ کھولنے سے کوئی فتنہ نہ مرتب ہو تو اس کا کھولنا جائز ہے لیکن اگر کسی فتنہ کا احتمال ہو تو فتنہ کے سد باب اور فساد کو دور کرنے کے لئے اس کا کھولنا حرام ہوجائے گا۔

کی تھی کہ عرب کی سب سے حسین وجمیل دوشیزہ بارگاہ رسالت سے ان کے عقد نکاح کے لئے نامزد کی گئی تھی۔

دوسرے دن وہ علی الصباح خوشی کے ترنگ میں اٹھے اور سیدھے بنو کلب کے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آج کامیابی کی نشاط میں ان کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ انہیں زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ خوشی کا یہ لمحہ میسر آیا تھا۔

قبیلے کے سردار کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دستک دی۔ اندر سے آواز کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ جواب دیا میں رسول اللہ کا قاصد ہوں سردار قبیلہ کے نام ان کا ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کا نام نامی سنتے ہی دلوں کی سرزمین ہل گئی۔ سارے گھر میں خوشی کا تہلکہ مچ گیا۔ دوڑے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے دروازہ کھولا۔ ''اے زہے نصیب! میرے آقا نے کیا پیغام بھیجا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا میری زندگی کی معراج ہو گی کہ آج سرکار کی چشم کرم میری طرف متوجہ ہوگئی۔''

قاصد کو اعزاز کی مسند پر بٹھایا اور خود گوش بر آواز بن کر کھڑے ہوگئے۔ گھر کی مستورات اور فرخندہ فال صاحبزادی بھی دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔

انتہائی شوق انتظار کے عالم میں حضرت عبداللہؓ نے سرکار کا یہ پیغام سنایا۔

حضور انور ﷺ نے آپ کی صاحبزادی کے نام میرے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ اسے قبول کرلیں۔''

یہ سن کر سردار قبیلہ پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک عجیب کشمکش کا عالم ان پر طاری ہوگیا۔ ایک آقائے کونین کا حکم تھا جو کسی طرح بھی ٹالا نہیں جاسکتا

**اے تربیت کرنے والو! مسلمان اگر قیامت میں ان لوگوں کی رفاقت چاہتا ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ہیں، جن کی رفاقت بہت اچھی ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے دین اور عزت وآبرو کا خیال رکھے، اس سلسلہ میں محتاط رہے اور ہمیشہ تقویٰ اور ورع کے پہلو پر عمل کرے۔**

تھا اور دوسری طرف اپنی شہرہ آفاق بیٹی کا مستقبل جسے نظر انداز کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسی شش و پنج کے عالم میں وہ کچھ دیر تک خاموش رہے۔

حضرت عبداللہ نے ان کی خاموشی سے محسوس کیا کہ انہیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ وہ فوراً یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شاید آپ کو یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ اس لئے اب میں واپس جارہا ہوں۔ سرکار کے سامنے آپ کی اس کیفیت کا اظہار کردوں گا''

یہ کہہ کر جیسے ہی وہ دروازے کے باہر نکلے، سردار قبیلہ کی صاحبزادی چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے دروازے پر آ کر کھڑی ہوگئی اور ایک اضطراب انگیز کیفیت میں آواز دی۔

''رسول عربی کے معزز قاصد واپس لوٹ آؤ! اللہ کے رسول کا بھیجا ہوا پیغام میرے نام ہے میرے باپ کے نام نہیں۔ آزردہ خاطر ہوکر نہ جاؤ، مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔''

یہ سنتے ہی قاصد کے قدم رک گئے۔ وہ واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد صاحبزادی اپنے باپ سے مخاطب ہوئی۔

''ابا جان! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ دونوں جہان میں اس سے زیادہ معزز رشتہ اور کہاں مل سکتا ہے۔ آپ یہ نہیں خیال فرماتے کہ کل محشر کی سرزمین پر سارے جہاں کی لڑکیوں میں یہ فخر صرف آپ کی بیٹی کو حاصل ہوگا کہ اس کا رشتہ نکاح سرور کونین ﷺ نے طے فرمایا تھا۔ اصل اعزاز وہاں کا ہے، یہاں کی جھوٹی عزت وشہرت میں کیا رکھا ہے۔ ہمارے خاندان کے لئے رہتی دنیا تک برقرار رہنے والی یہ عزت کیا کم ہے کہ خدا کے حبیب کی نگاہ انتخاب ہمارے گھر پر پڑی ہے۔ غلاموں کی بھری آبادی میں لڑکیوں کی کیا کمی تھی۔ لیکن یہ تو ہماری ہی قسمت ہے کہ سرکار کی نوازش بے پایاں کے ہم مستحق ہوئے۔''

بیٹی کی یہ گفتگو سن کر باپ کے سوچنے کا انداز اس طرح یکلخت بدل گیا جیسے کوئی چونک کر کسی پر پیچ راستے سے واپس پلٹ آئے۔ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے قاصد سے متوجہ ہوئے۔

''سرکار سے کہہ دینا کہ فرمان عالی میرے سر آنکھوں پر ہے۔ وہ جب چاہیں عقد نکاح کی مہم سر انجام دینے کے لئے حاضر ہوں۔''

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ اسود کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مسرتوں کے خمار میں جھومتے ہوئے وہ بارگاہ رسالت کی طرف واپس لوٹے، خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہی یہ بشارت سنائی۔

"حضور! قبیلے کے سردار نے رشتہ نکاح منظور کر لیا۔ اس کی بیٹی بھی سرکار کے حکم کی تعمیل میں سربکف ہے۔"

یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو پھر اب دیر کیا ہے، جاؤ نکاح کا انتظام کرو، بازار سے ضروری سامان خریدو۔ سامان کی خریداری کے لئے سرکار رسالت نے انہیں چند درہم عنایت فرمائے اور بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں جس سے بھی ملاقات ہوئی اسے خوشی کی ترنگ میں یہ خبر سناتے ہوئے کہا "سرکار نے فلاں سردار کی بیٹی سے میرا رشتہ نکاح طے فرمادیا ہے۔ نکاح کی مجلس میں آپ ضرور تشریف لائیے گا"

بازار میں جیسے ہی انہوں نے قدم رکھا، ایک منادی کی آواز کان میں گونجی۔

"میدان جنگ سے اسلام نے اپنے جانثاروں کو آواز دی ہے۔ سرفروش مجاہدین کا لشکر تیار کھڑا ہے، کوثر کی شراب کے متوالو چلو۔ خون سے بھیگی ہوئی سرزمین پر جنت کے اترنے کے دن آ گئے۔ خوش بختیوں کے میدان میں جو بھی سبقت لے جانا چاہتا ہے آگے بڑھے اور بے نقاب جلوؤں کا تماشا دیکھے۔

یہ آواز سن کر عبداللہ چونک گئے فیلہ کرنے میں ایک لمحے سے زیادہ کی تاخیر نہیں ہوئی انہوں نے سوچا مومن کی ساری خوشی تو اسلام ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ دین کی عزت کا پرچم سلامت رہا تو زندگی میں مسرت و نشاط کی سینکڑوں شامیں آ سکتی ہیں اور خدانخواستہ اسلام ہی کا سورج گہن میں آ گیا تو شادی کے لمحات کو خون آلود ہونے سے کون بچا سکتا ہے۔

یہ سوچ کر فوراً انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور جو پیسے وہ شادی کا سامان خریدنے کے لئے لائے تھے ان سے سامان جنگ خرید لیا اور چپکے سے لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ اس اندیشے سے کہ کہیں سرکار ہمیں واپس نہ کر دیں انہوں نے اپنا سارا جسم کالے کمبل میں ڈھانپ لیا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور اسی ڈر سے جب تک وہ میدان جنگ تک نہیں پہنچ گئے لشکر کے بیچ میں نہیں کنارے کنارے چلتے رہے۔

اسلام کی زندگی کے لئے ذرا سرفروشی کا یہ اشتیاق تو ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اس لئے چھپ رہے تھے کہ کوئی انہیں میدان جنگ کی طرف جانے سے نہ روک سکے اور آج کا نوجوان اس لئے سر چھپانے کی جگہ تلاش کرتا ہے کہ کوئی اسے میدان جنگ کی طرف نہ کھینچ کر لے جائے۔

میدان جنگ میں پہنچ کر دونوں طرف کی فوجیں صف آراء ہو گئیں جب خوب گھمسان کا رن چھڑ گیا تو حضور ﷺ نے دور سے دیکھا کہ کالے کمبل میں لپٹا ہوا کوئی شخص بجلی کی طرح تلوار چلا رہا ہے۔ صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ باقی سارا بدن چھپا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ہاتھ کی گردش کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ عبداللہ اسود ہیں۔ لیکن وہ یہاں کیسے؟ وہ تو مدینے میں نکاح کی تیاری کر رہے تھے۔ چند صحابہ نے بھی اس کی تصدیق کی کہ یہ عبداللہ اسود ہی معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی فتح مبین پر جنگ ختم ہوئی تو سرکار نے حکم دیا کہ شہیدوں اور زخمیوں کی لاشیں الگ الگ کی جائیں۔ چند شہدائے کرام کی لاشیں اکٹھی کی گئیں تو دیکھا گیا کہ عبداللہ اسود کی گردن پر خون کی ایک سرخ لکیر پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور پھول کی طرح چہرہ کھلا ہوا تھا۔

ان کی نعش جیسے ہی نظر کے سامنے آئی۔ سرکار مدینہ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ عبداللہ اسود کے لئے جنت کو دلہن کی طرح سنوارا گیا ہے۔ حوران جناں انہیں اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے عالم جاوید کا دولہا بنا رہی ہیں۔

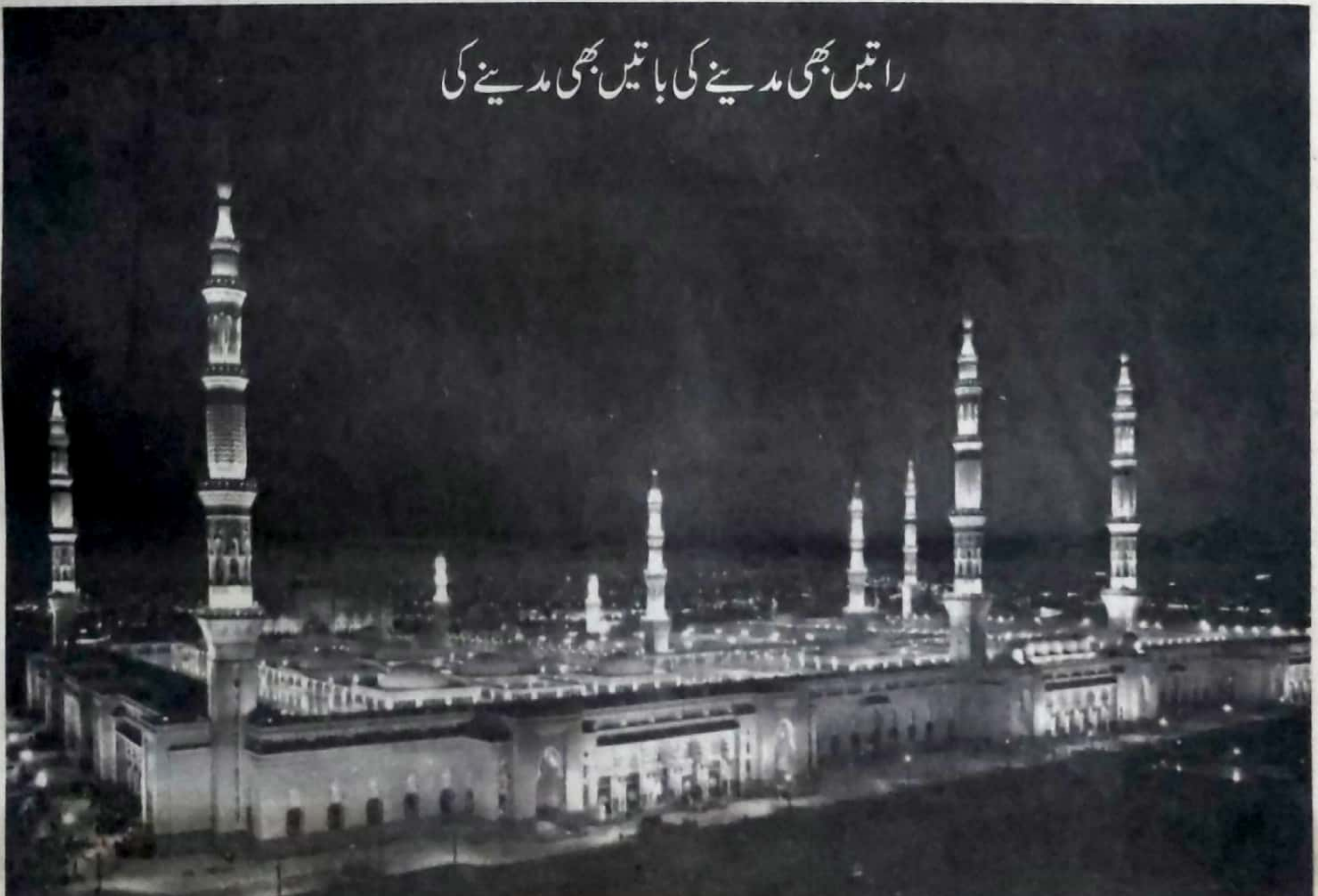

# کیا موسیقی روح کی غذا ہے؟

بعض احادیث میں دف بجانے اور اشعار پڑھنے کا ذکر ملتا ہے لہٰذا اگر شادی بیاہ کے مواقع پر دف بجا کر گانے وغیرہ گا لئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ بعض لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں اس کے متعلق ارشاد فرمائیے؟

شیخ الاسلام مجدد دین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ نے اس مسئلہ کو بھی اپنے فتاویٰ میں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ تحریر کئے دیتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

شریعت مطہرہ نے نکاح کے اعلان کی غرض سے صرف دف بجانے کی اجازت دی ہے جبکہ اس سے تجاوز کر کے مکروہ کھیل اور شیطانی لذت حاصل کرنے کی حد تک نہ پہنچے۔ اسی لئے علماء نے یہ قید لگائی کہ دف موسیقی کے قواعد پر نہ بجایا جائے، سرتال کی رعایت نہ ہو اور نہ ہی اس میں جھانج یا گھنگرو ہوں کہ وہ مستی لاتے ہیں اور ناجائز ہیں۔

دف کا بجانا مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے اور نہ ہی یہ باعزت و باحیا عورتوں کو زیب دیتا ہے بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے کے اشعار ہوں جن میں نہ کوئی فحش مضمون ہو نہ کوئی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ عورتوں میں عشقیہ باتوں کے چرچے اور نہ ہی ان کی آواز نامحرم مردوں کو پہنچے غرض یہ کہ ہر طرح منکرات اور فتنوں سے پاک ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کا نکاح انصار میں کر دیا، حضور ﷺ تشریف لائے تو فرمایا، کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا، اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیجا ہے؟ عرض کی نہیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، انصار کو گیت پسند ہیں، اچھا ہوتا اگر تم کسی کو ساتھ بھیج دیتے جو یہ گیت گاتے "ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔" (ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، حلال (نکاح) اور حرام (زنا) کے درمیان امتیاز آواز اور دف سے ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ایک روایت میں ہے کہ عید کے دن دو بچیاں حضرت عائشہؓ کے گھر دف بجا کر گیت گا رہی تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور انہیں ڈانٹنے لگے۔ آقا و مولیٰ ﷺ وہاں چادر اوڑھے آرام فرما تھے آپ نے چہرہ اقدس سے چادر ہٹا کر فرمایا، اے ابوبکر! انہیں کچھ نہ کہو کیوں کہ آج عید کا دن ہے۔ (بخاری)

بخاری شریف جلد دوم میں ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کی شادی کے موقع پر حضور ﷺ تشریف لائے تو کچھ بچیوں نے دف بجا کر شہدائے بدر کی شجاعت کے اشعار پڑھے۔ اس حدیث کے تحت امام بدرالدین محمود عینی فرماتے ہیں، اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ دف بجانا اور جائز گانے کے ذریعے نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے تاکہ نکاح اور زنا میں فرق ہو جائے کیونکہ زنا خفیہ ہوتا ہے۔

مرقاۃ میں ہے کہ وہ لڑکیاں حد شہوت کو نہ پہنچی تھیں اور ان کے دف میں گھنگرو نہ تھے۔ یہ حدیث نکاح کے اعلان کی غرض سے اور ولیمہ کے وقت دف بجانے کی دلیل ہے، بعض لوگوں نے ختنہ، عیدین، سفر سے آمد اور احباب کی خوشی کے اجتماع کو بھی اسی سے لاحق کیا ہے لیکن یہاں وہ دف مراد ہے جو اگلوں کے زمانے میں ہوتا تھا اور ایسا دف جس میں گھنگرو ہوں وہ بالاتفاق ناجائز ہونا چاہئے۔

اعلیٰ حضرتؒ مروجہ گانے بجانے کو ناجائز و حرام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور کچھ لوگ کھیل (تماشہ) کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں

مرقاۃ میں ہے کہ وہ لڑکیاں حد شہوت کو نہ پہنچی تھیں اور ان کے دف میں گھنگرو نہ تھے۔ یہ حدیث نکاح کے اعلان کی غرض سے اور ولیمہ کے وقت دف بجانے کی دلیل ہے، بعض لوگوں نے ختنہ، عیدین، سفر سے آمد اور احباب کی خوشی کے اجتماع کو بھی اسی سے لاحق کیا ہے لیکن یہاں وہ دف مراد ہے جو اگلوں کے زمانے میں ہوتا تھا اور ایسا دف جس میں گھنگرو ہوں وہ بالاتفاق ناجائز ہونا چاہئے۔

**حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، امام حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعینؒ نے اس آیت کریمہ میں (کھیل تماشہ کی بات) کی تفسیر گانے بجانے سے فرمائی ہے۔**

بے سمجھے، اور اسے ہنسی (مذاق) بنالیں، ان کے لئے لذت کا عذاب ہے۔'' (لقمان:۶ کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، امام حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعینؒ نے اس آیت کریمہ میں (کھیل تماشہ کی بات) کی تفسیر گانے بجانے سے فرمائی ہے۔

ابو الصہباء کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''کھیل کی بات سے مراد گانا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

بلکہ خود حدیث پاک حضور ﷺ کا ارشاد ہے گانے والی عورتوں کو سکھانا اور ان کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے۔ ایسے ہی کاموں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ کچھ لوگ کھیل باتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے دور کر دیں۔ یہ حدیث امام بغوی نے ابو امامہؓ سے روایت کی۔

امام اہلسنت قرآن حکیم سے دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین سے فرمایا ''دور ہو تو ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک سب کا بدلہ جہنم سے بھرپور سزا، اور ڈگا دے (یعنی پھسلا دے) ان میں سے جس پر تو قدرت پائے اپنی آواز سے'' (بنی اسرائیل)

امام مجاہد نے جو سلطان المفسرین عبداللہ بن عباسؓ کے جلیل و بزرگ شاگردوں میں سے ہیں، اس آیت میں ''شیطان کی آواز'' کی تفسیر گانے بجانے اور مزامیر سے کی ہے۔ (ہادی الناس) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ (خزائن العرفان)

بعض علماء نے گانے بجانے کو ''زنا کا منتر'' قرار دیا ہے کیونکہ یہ نہ صرف خدا کی یاد سے غافل کرتا ہے بلکہ نفسانی جذبات پر ایسے اثر کرتا ہے جیسے آگ پر تیل ڈالا جائے۔ تعجب تو یہ ہے کہ بعض کلمہ گو مسلمان بھی غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی اسے ''روح کی غذا'' قرار دیتے ہیں حالانکہ گانے بجانے کی مذمت میں قرآن پاک کی مذکورہ آیات کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱......رسول معظم ﷺ کا ارشاد ہے، گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

۲......آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جو گانے والی لونڈی کی مجلس میں اس کا گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (احکام القرآن لابن العربی)

اس دور میں لونڈیاں ہی گایا کرتی تھیں اور گانا سننے کے لئے ان کے پاس جانا پڑتا تھا اس لئے حدیث پاک میں ان کا ذکر ہوا جبکہ موجودہ دور میں آڈیو/ ویڈیو کیبل کے ذریعے یہ برائی گھر گھر پھیل رہی ہے لہٰذا یہ حدیث مبارکہ ان سب لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو کسی بھی ذریعے سے گانے سنتے ہیں۔ نیز جب

**ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔**

گانا سننے والے کے لئے یہ عذاب ہے تو گانے والے کس قدر عذاب کے مستحق ہوں گے؟

۳...... رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور موسیقی کے آلات حرام فرما دیئے نیز ہر نشہ آور چیز کو بھی حرام فرما دیا۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

۴...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت کے کچھ لوگ ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے (یعنی جائز کاموں کی طرح انہیں اختیار کریں گے) (بخاری)

۵...... حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے، میری امت کے کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے اور معازف و مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ گانے سنیں گے۔ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دے گا۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۶...... آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں اور کثرت سے شراب پی جائے اور بعد میں آنے والے اگلے لوگوں پر لعنت کریں اس وقت تم سرخ ہوا، زلزلے، زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسنے کا نیز ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگا تار ظاہر ہوں گی جیسے ہار کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو اس کے دانے مسلسل گر رہے ہوں۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ)

۷...... نور مجسم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، مجھے میرے رب نے باجوں اور مزامیر یعنی موسیقی کے آلات اور بتوں اور صلیبوں اور جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مسند احمد۔ مشکوٰۃ)

۸...... غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، اس امت کے آخر میں ایسے لوگ آئیں گے جو ایک شب شراب نوشی اور گانے بجانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔ عرض کی گئی، کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا، ہاں وہ کلمہ گو اور روزہ رکھنے والے ہوں گے لیکن وہ آلات موسیقی اور گانے والی عورتوں کے عادی ہو چکے ہوں گے۔ (ابن حبان، طبرانی)

آپ خود فیصلہ کیجئے کہ گانا سننا روح کی غذا ہے یا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور آقا و مولیٰ ﷺ کی ناراضگی کا باعث؟ اب آپ قرآن سے پوچھئے کہ روح کی غذا کیا ہے؟ جواب ملے گا "جب ان (ایمان والوں) پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے" (الانفال۔۲)

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے "وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے" (الرعد۔ ۲۸)

معلوم ہوا کہ مومنوں کے لئے قرآن کریم کی تلاوت روح کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر روح کی غذا ہے، چونکہ رسول کریم کا ذکر بھی ذکر الٰہی ہے اس لئے وہ بھی روح کی غذا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بیشک اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا، ایک ایسے رسول جو تم پر اللہ کی روشن آیتیں تلاوت کرتا ہے۔" (الطلاق۔۱۰)

یہاں ذکر سے مراد رسول کریم ﷺ ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء جلد اول میں یہ حدیث قدسی نقل فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے "میں نے ایمان کا مکمل ہونا اپنے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کرنے پر موقوف کر دیا ہے اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔"

قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء جلد اول میں یہ حدیث قدسی نقل فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے "میں نے ایمان کا مکمل ہونا اپنے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کرنے پر موقوف کر دیا ہے اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔"

پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب ﷺ کا ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت ایمان والوں کے لئے دلوں کا سکون اور روح کی غذا ہیں۔ غموں کا دور ہونا اور گناہوں سے پاک ہونا بھی روحانی نشو و نما کا اہم ذریعہ ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ درود و سلام بھی روح کی غذا ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں جب ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں تمام وقت درود شریف پڑھوں تو آقا ﷺ نے فرمایا، پھر تو یہ تمہارے تمام غموں کو دور کر دے گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ (جامع ترمذی)

☆☆☆☆☆

# شادی بیاہ کی رسمیں

آج کل شادی بیاہ کے مواقع پر مختلف رسمیں رائج ہوگئی ہیں مثلاً پھولوں کا سہرا، ابٹن مایوں، مہندی، بری، بندوق سے فائرنگ، آتشبازی پٹاخے، ویڈیو فلم اور گانا بجانا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ان رسوم ورواج کی کیا حیثیت ہے؟

صدر الشریعہ فرماتے ہیں، رسوم کی بنا عرف پر ہے ، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اس وقت تک اسے حرام یا ناجائز نہیں کہہ سکتے مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اس حد تک کرسکتا ہے کہ کسی حرام فعل میں مبتلا نہ ہو۔

بعض لوگ اس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پرواہ نہیں مگر رسم کا چھوڑنا گوارہ نہیں۔ مثلاً لڑکی جوان ہے اور رسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ ہوگا کہ رسمیں چھوڑ دیں اور نکاح کر دیں کہ سبکدوش ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو۔ اب رسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگتے، طرح طرح کی فکریں کرتے ہیں اس خیال میں کہ کہیں سے قرض مل جائے تو شادی کریں برسوں گزار دیتے ہیں اور یوں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (بہار شریعت)

اب ہم ان امور کا جائزہ لیتے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں۔ اعلیٰ حضرتؒ نے رسوم کے متعلق دو اہم قواعد بیان فرمائے ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں، شرعت شریف کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری، اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع میں نہ اس کی خوبی بیان ہوئی نہ برائی، وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل وترک میں ثواب نہ عتاب۔

دوم: کسی سے مشابہت کی بناء پر کسی فعل کی ممانعت اسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا ارادہ مشابہت کا ہو، یا وہ فعل اہل باطل کا شعار وعلامت خاصہ ہو جس کے سبب وہ پہچانے جاتے ہوں۔ یا اگر خود اس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو تو اسے برا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں، اور پھولوں کا سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے لہذا جائز ہے۔ (ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

دولہا دلہن کو ابٹن لگانا، مائیوں بٹھانا جائز ہے (بشرطیکہ کوئی اور خلاف شرع امور جیسے گانا بجانا اور نامحرموں سے اختلاط وغیرہ نہ پائے جائیں) دولہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے۔ ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جائز ہے البتہ دولہا کو ریشمی کپڑے پہننا حرام ہے۔ (بہار شریعت)

فی زمانہ صرف مہندی کی رسم پر لاکھوں خرچ کر دیئے جاتے ہیں جو کہ اسراف وحرام ہے پھر اس موقع پر عورتوں کا بن سور کر بے پردہ نامحرموں کے سامنے آنا حرام......... مزید یہ کہ گانا بجانا ہوتا ہے وہ بھی حرام......... ستم بالائے ستم یہ کہ ان تمام خرافات کی ویڈیو فلم بنائی جاتی ہے تاکہ بے پردہ عورتوں کے ناچ گانے اور دیگر بے حیائیاں جب دل چاہے دیکھی جائیں، ظاہر ہے کہ یہ ویڈیو فلم بنانا اور بنوانا بھی حرام و سخت گناہ کا باعث ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ فرماتے ہیں، نکاح کے اعلان کی خاطر بندوق سے چند فائر کرنا جائز ہے جبکہ کھیل کود یا فخر ومستی کے طور پر جائز نہیں۔ آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا گیا ارشاد ہوا ''اور فضول نہ اڑا، بیشک (مال) اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں'' (بنی اسرائیل)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں ''ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگ کھیل تماشے کے لئے آتشبازی کرتے ہیں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں، یہ بہت بری بدعتوں میں سے ہے۔''

ناچ اور گانے بجانے کی رسم کے متعلق صدر الشریعہ مولانا امجد علی قادریؒ فرماتے ہیں، اکثر جاہل

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ فرماتے ہیں، نکاح کے اعلان کی خاطر بندوق سے چند فائر کرنا جائز ہے جبکہ کھیل کود یا فخر ومستی کے طور پر جائز نہیں۔ آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا گیا ارشاد ہوا ''اور فضول نہ اڑا، بیشک (مال) اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں'' (بنی اسرائیل)

جس شادی میں ایسی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز نہ شریک ہوں، اگر نادانستہ شریک ہو گئے ہوں تو فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے (والعیاذ باللہ) ہرگز ہرگز اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روا نہ رکھیں کیونکہ ''خدا کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں'' (حدیث)

(ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

گھرانوں میں رواج ہے کہ محلّہ کی یا رشتہ دار عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے۔ اول ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا، مزید برآں عورتوں کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے اشعار (بہار شریعت)

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں، ایک ناپاک ملعون رسم جو بے تمیز احمق جاہل گھرانوں نے ہندوؤں سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس میں حاضر مردوں اور عورتوں کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو زنا کے الفاظ سے تعبیر کرنا کرانا خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا عورتوں کے مجمع میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا بے غیرت خبیث بے حمیت مردوں کا اس شہد پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر قطعی بند و بست نہ کرنا، یہ وہ گندی و مردود رسم ہے، جس پر اللہ عزوجل کی صدہا لعنتیں اترتی ہیں، اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اس کی مناسب روک تھام نہ کرنے والے سب فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں۔

جس شادی میں ایسی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز نہ شریک ہوں، اگر نادانستہ شریک ہو گئے ہوں تو فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے (والعیاذ باللہ) ہرگز ہرگز اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روا نہ رکھیں کیونکہ ''خدا کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں'' (حدیث) (ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

ناچ کے متعلق صدر الشریعہ رقمطراز ہیں، ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور برے برے نتائج رونما ہوتے ہیں اگر کوئی ان بدکاریوں سے محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا و غیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ (بہار شریعت)

مذکورہ بالا ناجائز رسموں کو ایسا لازم سمجھ لیا گیا ہے کہ گویا ان کے بغیر شادی ہی نہ ہوگی۔ صدر الشریعہ رقم طراز ہیں، ناچ، باجے اور آتشبازی حرام ہیں، کون ان کی حرمت سے واقف نہیں مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو گویا شادی ہی نہ ہوئی بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ حرام کام نہ ہوں تو اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں (خدا کی پناہ) یہ خیال نہیں کرتے کہ بری رسم ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے دوسرے مال ضائع کرنا ہے تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے گناہوں کے مجموعہ کے برابر اس اکیلے پر گناہ کا بوجھ ہے (کہ اگر یہ اپنے گھر گناہوں کے سامان نہ پھیلاتا تو آنے والے ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوتے)

ناچ کے متعلق صدر الشریعہ رقمطراز ہیں، ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور برے برے نتائج رونما ہوتے ہیں اگر کوئی ان بدکاریوں سے محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا و غیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ (بہار شریعت)

# شوہر و بیوی کے حقوق و فرائض

شریعت مطہرہ میں شوہر اور بیوی کے جو حقوق اور فرائض بیان ہوئے ہیں وہ ارشاد فرمایئے۔

کچھ اہم باتیں پچھلے سوال کے جواب میں تحریر کی جا چکی ہیں اس مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے پہلے وہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے جن میں شوہر کے حقوق اور بیوی کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں۔

۱......آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے تمام حقوق ادا نہ کرے۔ (احمد ترمذی ابن ماجہ)

۲......نور مجسم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔ (ترمذی)

۳......حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا، عورت پر اس کے شوہر کا عظیم حق ہے اتنا عظیم حق کہ اگر شوہر کا تمام جسم زخمی ہو جس سے پیپ اور خون بہتا ہو اور عورت اس کے زخمی جسم کو زبان سے چاٹے تب بھی شوہر کا حق ادا نہ ہو گا۔ (مسند احمد)

۴......حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جب عورت پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ابونعیم۔ مشکوٰۃ)

۵......آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، وہ عورت سب سے بہتر ہے جسے اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے، جب اسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اس کے جان و مال کے حوالے سے جو باتیں اس کے شوہر کو ناپسند ہوں، ان کی مخالفت نہ کرے۔ (نسائی)

۶......نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، جب شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلائے تو وہ انکار کر دے اور اس کا شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ (بخاری)

۷......مختار کل ختم الرسل ﷺ نے فرمایا، عورت پر سب لوگوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے جبکہ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔ (بہار شریعت۔ بحوالہ حاکم)

۸......نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوائے فرض کے کسی دن بھی اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے، اگر بغیر اجازت روزہ رکھا تو گناہ گار ہوئی، بغیر اجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں اگر عورت نے کر لیا تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت کو گناہ۔ نیز بغیر اجازت شوہر کے گھر سے نہ جائے اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی، اگر شوہر ظالم ہو؟ ارشاد فرمایا اگرچہ ظالم ہو (پھر بھی بغیر اجازت گھر سے نہ جائے) (بہار شریعت۔ بحوالہ ابن عساکر)

۹......احمد مجتبیٰ ﷺ نے فرمایا، اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو کیونکہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک شوہر کھانا کھاتا رہتا یہ اس کے پاس کھڑی رہتی۔ (بہار شرعت بحوالہ ابونعیم)

۱۰......آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بستر کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم کو سچا کر دے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور اس شخص کو مکان میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ (بہار شریعت بحوالہ طبرانی)

۱۱......نور مجسم ﷺ نے فرمایا، عورت ایمان کا مزا اس وقت تک نہ پائے گی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ (ایضاً)

۱۲......محبوب خدا ﷺ کا ارشاد ہے، جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیکی کی یاد دلائے نیز اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہداء کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ اگر اس کا شوہر مومن اور نیک ہے تو جنت میں وہ اس کی بیوی ہوگی ورنہ شہداء

محبوب خدا ﷺ کا ارشاد ہے، جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیکی کی یاد دلائے نیز اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہداء کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ اگر اس کا شوہر مومن اور نیک ہے تو جنت میں وہ اس کی بیوی ہوگی ورنہ شہداء میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (ایضاً)

غیب بتانے والے آقا ﷺ کا ارشاد ہے، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ بیشک وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس کو چھوڑ تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔

میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (ایضاً)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے بیوی پر شوہر کے مندرجہ ذیل شرعی حقوق بیان کئے ہیں۔

۱......عورت شوہر کو جماع سے نہ روکے جبکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔

۲......عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے۔

۳...... وہ کسی نامحرم (اجنبی) کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر نہ آنے دے۔

۴......اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

ان فرائض کے علاوہ بعض حقوق اخلاقی طور پر عورت کی ذمہ داری ہوتے ہیں جیسے شوہر سے حسن اخلاق سے پیش آنا، ہر جائز کام میں شوہر کی فرمانبرداری، کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی ستھرائی اور اولاد کی اچھی تربیت وغیرہ۔ بیوی کی یہ بھی نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی آمدنی کا خیال رکھتے ہوئے خرچ کرے نیز شوہر سے بیجا مطالبے نہ کرے۔

بیویوں کے حقوق کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔'' (النساء۔۱۹، کنز الایمان)

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''عورتوں کا بھی حق (مردوں پر) ایسا ہی ہے جیسا ان پر (مردوں کا حق) ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔'' (البقرہ۔ ۲۲۸، کنز الایمان)

اب وہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں شوہر پر بیوی کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔

۱......غیب بتانے والے آقا ﷺ کا ارشاد ہے، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ بیشک وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس کو چھوڑ تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی وہ تمہارے لئے سیدھی نہیں ہوسکتی، اگر تم اس سے نفع لینا چاہو تو اسی حالت میں نفع حاصل کرو اور اگر تم سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲......آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا، عورتوں کے معاملے میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۳......حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہو۔ (ترمذی)

۴......نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، جب تم کھاؤ اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اسے گھر سے نہ نکالو۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۵......حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا، کوئی مومن اپنی ایمان والی بیوی کو برا نہ جانے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔ (مسلم)

۶......شوہر و بیوی میں نا اتفاقی اور لڑائی کروانے والوں کی مذمت مین ارشاد فرمایا، وہ ہم میں سے نہیں جو عورت اور اس کے شوہر یا غلام اور اس کے آقا میں

شوہر و بیوی میں نا اتفاقی اور لڑائی کروانے والوں کی مذمت مین ارشاد فرمایا، وہ ہم میں سے نہیں جو عورت اور اس کے شوہر یا غلام اور اس کے آقا میں پھوٹ ڈالے۔ (ابوداؤد)

پھوٹ ڈالے۔(ابوداؤد)

۷......آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کریں۔(ترمذی)

۸......ایک صحابی نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی تیز زبان والی ہے (اسے کیا سزا دی جائے؟)، ارشاد ہوا اسے طلاق دے دو۔ عرض کی، اس سے میرے بچے ہیں اور ہمارا پرانا ساتھ ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو، اگر اس میں بھلائی ہو گی تو نصیحت قبول کرے گی، اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارنا۔(ابوداؤد)

۹......نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنی بیوی کو بے دردی سے غلاموں کی طرح نہ مارے، پھر رات میں اسی سے صحبت کرے گا۔(بخاری و مسلم)

۱۰......مختار کل ختم الرسل علیہ السلام کا ارشاد ہے، عورتیں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، تم ان سے سختی کا برتاؤ نہ کرنا سوائے اس کے کہ وہ کھلی نافرمانی پر اتر آئیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بستر علیحدہ کر لو اور اگر (ان کی مزید نافرمانیوں کے باعث) انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ کوئی شدید چوٹ آئے، اور پھر جب وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو انہیں ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈنا۔(ریاض الصالحین)

ان احادیث کریمہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے شوہر پر بیوی کے مندرجہ ذیل شرعی حقوق بیان کئے ہیں۔

۱......مرد جیسا خود کھائے ویسا ہی بیوی کو کھلائے۔

۲......جیسا خود پہنے ویسا لباس اسے پہنائے نیز اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کی دیگر جائز ضروریات پر خرچ کرے یا اسے خرچہ دے۔

۳......حسب استطاعت، بیوی کے لئے رہائش کا مناسب انتظام کرے۔

۴......کم از کم ایک بار مجامعت کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ کوئی مرد چار ماہ سے زائد اپنی بیوی سے دور نہ رہے۔

ایک صحابی نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی تیز زبان والی ہے (اسے کیا سزا دی جائے؟)، ارشاد ہوا اسے طلاق دے دو۔ عرض کی، اس سے میرے بچے ہیں اور ہمارا پرانا ساتھ ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو، اگر اس میں بھلائی ہو گی تو نصیحت قبول کرے گی، اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارنا۔(ابوداؤد)

ان فرائض کے علاوہ بیوی سے حسن اخلاق سے پیش آنا، اس کی مناسب عرصہ بعد اس کے والدین سے ملاقات کرانا، اس کی دینی تربیت کرنا وغیرہ یہ سب شوہر کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جو کہ بیوی کے حقوق میں سے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث میں سے سب سے پہلی حدیث شریف کے تحت شارحین فرماتے ہیں کہ عورت کی فطرت میں عقل و فہم کے اعتبار سے کمزوری اور اپنی بات منوانے کی ضد شامل ہے اور یہی اس کا ٹیڑھا پن ہے۔ لہٰذا عورت میں اگر ایسی خامیاں ہوں جو خلاف شرع نہ ہوں تو ان خامیوں اور غلطیوں کو برداشت کیا جائے اور نرمی و محبت سے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

اگر ہر بات پر اسے ملامت کی جائے گی اور اس کی غلطیوں پر سخت رویہ اختیار کیا جائے گا تو پھر معاملہ بگڑ سکتا ہے۔

مفتی خلیل خاں قادری رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

''اسلامی خاندان میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا بہی خواہ، ایک دوسرے کا ہمدرد اور ایک دوسرے کا پردہ پوش رہنا چاہئے اور باہمی رواداری سے کام لینا چاہئے۔ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، وہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا ہے یہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا۔ جس طرح لباس جسم کے عیبوں کو چھپاتا ہے اور اس کے حسن و خوبی کو ابھارتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی کا اخلاقی کمال یہ ہے کہ ایک دوسرے کی کمزوری کو چھپائیں، اس پر صبر کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو نگاہ میں رکھیں اور بہتر سے بہتر صورت میں اپنے باہمی تعلقات کو ظاہر کریں۔''(سنی بہشتی زیور)

ان فرائض کے علاوہ بیوی سے حسن اخلاق سے پیش آنا، اس کی مناسب عرصہ بعد اس کے والدین سے ملاقات کرانا، اس کی دینی تربیت کرنا وغیرہ یہ سب شوہر کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جو کہ بیوی کے حقوق میں سے ہیں۔

# شوہر و بیوی کے مابین اختلافات

ہمارے معاشرے میں شوہر و بیوی کے درمیان نااتفاقی ولڑائی عام سی بات ہوگئی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ اس مسئلہ کے حل کے بارے میں اسلامی تعلیمات ارشاد فرمایئے؟

شوہر و بیوی کے مابین لڑائی جھگڑے یا نااتفاقی کا ایک بڑا سبب علم دین سے ناواقفیت اور دین سے دوری ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے شوہر و بیوی کے علیحدہ علیحدہ حقوق بیان فرمادیئے ہیں اس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ دونوں محبت واحترام سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اس موضوع پر مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد وخلیفہ صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس نااتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ شوہر و بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو لونڈی سے بدتر کرکے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے، جو میں چاہوں وہ ہو، چاہے کچھ ہوجائے مگر میری بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے گی؟ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا ہے کہ ''مرد عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں'۔ اس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے ''عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو''

مرد کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں، وہ انہیں ادا کرے اور اسی طرح عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بیجا باتوں کو تحمل سے برداشت کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو یہ فساد پر آمادہ نہ ہو کیونکہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات الجھ جاتی ہے۔ (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ 66)

اب شوہر و بیوی کے حقوق کے بارے میں ہم قرآن کریم سے رہنمائی لیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت دی اس کے متعلق صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔**

''مرد افسر (یعنی حاکم) ہیں عورتوں پر، اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے، تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں (اپنی عفت اور شوہر کے گھر، مال اور راز کی) جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا، اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں (ہلکی ضرب) مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بیشک اللہ بلند (اور) بڑا ہے۔'' (النساء۔ ۳۴، کنزالایمان)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا، ان کے والد انہیں سید عالم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور ان کے شوہر کی شکایت کی، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا ہے اور عورتوں کو ان کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی تمام جائز ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی حفاظت و نگہبانی کریں نیز ان کی اصلاح اور دینی تربیت کا بھی خاص اہتمام کریں۔

چونکہ مرد کو گھر کی ریاست میں حاکم کا درجہ دیا گیا ہے اس لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ اس حاکم کی اطاعت کرے ورنہ گھر کی سلطنت کا امن وسکون تباہ و برباد ہو جائے گا البتہ عورت کسی خلاف شرع کام میں شوہر کی اطاعت کی پابند نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت دی اس کے متعلق صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مردوں کو عورتوں پر عقل و دانائی (جسمانی قوت اور) جہاد، نبوت وخلافت، امامت واذان وخطبہ، جماعت وجمعہ وتکبیر وتشریق اور حدود وقصاص کی شہادت

کے اور ورثہ میں دو گنے حصے اور تعصیب اور نکاح وطلاق کے مالک ہونے اور نسبوں کے ان کی طرف نسبت کئے جانے اور نماز روزہ کے کامل طور پر قابل ہونے کے ساتھ (کیونکہ ان کے لئے کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے کہ وہ نماز روزہ کے قابل نہ ہوں) اور داڑھیوں اور عماموں کے ساتھ فضیلت دی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں، عورت کے ذمہ یہ تین فرائض ہیں جو قرآن کریم نے اس پر عائد کئے۔

اول: اپنے شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہو

دوم: سلیقہ شعار ہو کہ شوہر کے مال و دولت کو برباد نہ کرے۔

سوم: عفت مآب ہو تا کہ اپنی اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس پر آنچ نہ آنے دے (سنی بہشتی زیور حصہ دوم ص 209)

مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ پہلے بیوی کو پیار سے سمجھائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کو پسند نہیں ہے اور قرآن و حدیث کی رو سے تم پر میری اطاعت لازم ہے چنانچہ ہمیں کوئی خلاف شرع کام نہیں کرنا چاہئے۔

اگر سمجھانے سے بات نہ بنے تو شوہر کو چاہئے کہ اپنا بستر علیحدہ کر لے مگر بیوی کو ہرگز ہرگز گھر سے نہ نکالے۔ شوہر کا یوں ناراضگی ظاہر کرنا بھی اصلاح کا حکمت بھرا طریقہ ہے، اگر بیوی پھر بھی ضد اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور بدزبانی پر اتر آئے تو شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کو ہلکے مار مارے مگر چہرے پر نہ مارے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر بیوی کی اصلاح کے لئے اسے معمولی طور پر مارنا جائز فرمایا ہے۔

۱...... جب شوہر اپنے لئے آرائش و زینت کا حکم دے اور بیوی انکار کر دے۔

۲...... جب شوہر صحبت کے لئے بلائے اور وہ عذر شرعی کے بغیر منع کر دے۔

۳...... جب عورت نماز نہ پڑھے اور حیض و جنابت کا غسل کرنے سے غافل رہے۔

۴...... جب عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہو۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

ازدواجی تعلقات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے لہذا جو اس حقیقت کو ذہن نشین رکھے گا، وہ مارنے کا ہرگز ارادہ نہ کرے گا۔ یہ تمام احکامات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ اختلاف و جھگڑے کی صورت میں معاملہ فوراً طلاق تک نہ پہنچے بلکہ ابتداء میں ہی اسے پیار و محبت کے ذریعے یا ناراضگی ظاہر کر کے ختم کیا جائے۔ دراصل شوہر و بیوی کے مابین تعلق کی بنیاد ہی الفت و محبت پر رکھی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔'' (الروم۔ ۲۱، کنز الایمان)

اس آیت کے تحت مفتی محمد خلیل خاں قادری فرماتے ہیں

''آیت کریمہ میں تین باتیں بیان فرمائی گئیں جو خانگی نظام زندگی کے لئے سنگ بنیاد اور بطور اصل کے بیان ہوئی ہیں اور جس کا لحاظ شوہر و بیوی دونوں کو یکساں رکھنا ضروری ہے۔

اول: مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویں تمہارے ہی ہم جنس مخلوق ہیں، تمہاری جیسی خواہشات، جذبات اور احساسات ان میں بھی موجود ہیں، بے روح مخلوق اور بے حس جسم نہیں۔

دوم: ان کی پیدائش کا منشا یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے لئے سرمایہ راحت و تسکین ہیں، تمہارے لئے سکون قلب کا باعث ہیں، تمہارے درد کا درماں اور تمہارے غم کا مداوا ہیں، تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں تا کہ تمہارا دل ان سے لگے، تمہارا جی ان سے بہلے۔

سوم: تمہارے اور ان کے تعلقات کی بنیاد ہی باہمی محبت، اخلاص اور ہمدردی پر ہونی چاہئے۔

(سنی بہشتی زیور)

انسان کو زندگی کا سفر نہایت دشوار اور پیچیدہ راستوں میں طے کرنا پڑتا ہے، اس سفر میں خوشیوں کی روشنیاں بھی ہیں اور غموں کے اندھیرے بھی، کامیابیوں کی امیدیں بھی ہیں اور ناکامیوں کی وحشتیں بھی۔ بلکہ اکثر و بیشتر زندگی مصائب و آلام میں گھری رہتی ہے۔ ایسے مشکل حالات میں انسان کو اپنے ایک ہم جنس رفیق سفر کی طلب ہوتی ہے جو اس کے پست حوصلوں کو بلند کرے، جو اس کے دکھ سکھ میں شریک ہو اور جو اس کے لئے سکون قلب کا باعث ہو۔ رب کریم کا احسان ہے کہ اس نے انسان کو اس کی جنس سے بیوی کی صورت میں ایک رفیق سفر عطا کیا اور اس کا مقصد تخلیق انسان کے لئے باعث تسکین ہونا بیان فرمایا۔ نیز ان کے درمیان محبت و رحمت کے ایسے گرانقدر جذبات پیدا فرمائے کہ دونوں ایک دوسرے کا پردہ بن گئے جو ہر عیب کو چھپا لیا ہے اور زیب و زینت کا باعث بھی ہے۔ جب اخلاص و محبت سے تعلق قائم ہو جائے تو پھر علیحدگی تو درکنار اس کا تصور ہی اذیت و پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ میاں بیوی کی گھریلو زندگی پر سکون اور خوشگوار ہونی چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عورت کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ اسے تب رب تعالیٰ نے سکون و آرام کا باعث قرار دیا ہے۔

ممکن ہے کہ اس لڑائی جھگڑے والی صورتحال پیدا کرنے میں عورت کی بجائے مرد یا پھر دونوں ہی قصور وار ہوں۔ اس مسئلہ کا واحد حل یہی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو بھی سمجھیں اور اپنے فرائض کو بھی، اور پھر ایک اخلاص کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔

فرقہ پرست
الله
محمد
مولف ناصر علی جہانگیر کی فکر انگیز کتاب فرقہ پرست
پاکستان میں فرقہ پرستی کی آگ کون بھڑکا رہا ہے
کہ عنوان سے ایک ایسی کتاب جو آپ کو حق کے
راستے سے متعارف کروانے میں آپ کا
بھرپور ساتھ دیگی۔